ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

زین الدین

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

مطبوعات انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور ـــــ فون نمبر: ۶۷۵۴۵

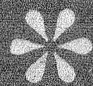
بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



رئیس الادارہ :
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور



ایڈیٹر :
مجاہد الحسینی



بدل اشتراک

سالانہ ـــــ ۱۶ روپے
ششماہی ـــــ ۹ روپے
سہ ماہی ـــــ ۵ روپے

غیر ممالک

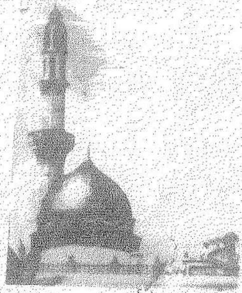
سعودی عرب :
سالانہ ہوائی جہاز ـــــ ۵۰ روپے
بحری جہاز ـــــ ۲۵ روپے

انگلینڈ :
سالانہ ہوائی جہاز ـــــ ۶۸ روپے
بحری جہاز ـــــ ۳۶ روپے

فی شمارہ
۳۵ پیسے

۶ ربیع الاول ۲۱ اپریل
۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن خدا تعالیٰ بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمْرَۃٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً اَوْ حَجَّۃً مَّعِیَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا یہ فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

وَعَنْہُ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ نَعَمْ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حق تعالےٰ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے اور میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں لازم ہوا ہے اور وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا سو کیا میں اس کی طرف سے حج کردوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔

عَنْ لَقِیْطِ ابْنِ عَامِرٍ رضؓ اَنَّہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَۃَ، وَلَا الظَّعْنَ قَالَ: حُجَّ عَنْ اَبِیْکَ وَاعْتَمِرْ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت لقیط بن عامرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور حج اور عمرہ کی ان میں بالکل طاقت نہیں اور نہ اس کے سفر کرنے کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا: اَلْمُسْلِمُوْنَ قَالُوْا مَنْ اَنْتَ قَالَ، رَسُوْلُ اللّٰہِ فَرَفَعَتِ امْرَاَۃٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ: اَلِھٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مقام روحاء میں رسول اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کچھ سواروں سے ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ مسلمان۔ پھر انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ — حضورؐ نے فرمایا اللہ کا رسول — یہ سن کر ایک عورت نے ایک بچے کو اٹھا کر (آپؐ کے سامنے) پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ اس کا بھی حج ہو جائے گا۔ فرمایا ہاں۔ مگر ثواب تم کو ملے گا۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ ۰ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حج کیا گیا، مجھ کو ساتھ لے کر حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور میں اس وقت سات سال کا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَکَانَتْ زَامِلَتَہٗ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپؐ کے توشہ رکھنے کے لیے تھا۔ (اس کے لیے کوئی علیحدہ سواری نہ تھی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَتْ عُکَاظُ، وَمَجَنَّۃُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ یَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں عکاظہ اور مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے زمانہ میں تجارتی منڈیاں تھیں، جب اسلام کا دور آیا تو لوگوں نے ان بازاروں میں موسم حج میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو حج میں۔ (بخاری)

ہر ایک کام بسم اللہ سے شروع کرو!

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَّمْ یُبْدَاْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ (ابوداؤد)

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کام بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع نہ کیا جائے، وہ بے برکت ہوتا ہے۔

● "پاک حالت میں سویا کرو (با وضو سویا کرو)، اگر تم مر جاؤ گے تو شہید مرو گے۔"

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۶ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ
۲۱ اپریل ۱۹۷۲ء

جلد ۱۷ ★ شمارہ ۴۸

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیرؒ
حضرت مولانا عبید اللہ انور
مدظلہ العالی

مدیر
مجاہد الحسینی

پاکستان پھر خطرناک دوراہے پر!

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد عام تاثر یہ تھا کہ مغربی پاکستان کا حصہ اب خانہ جنگی اور علیحدگی کے عفریت کا ایسا سر کچلے گا کہ پاکستان میں کم از کم ایک مدت تک اسے دوبارہ سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکے گا۔

لیکن ہماری بدقسمتی کہ سہ فریقی معاہدہ میں تعطل پیدا ہو جانے کے باعث یکایک پھر اس طرح کی خبریں آنا شروع ہو گئی ہیں کہ سرحد میں نیپ کے رہنما ولی خاں نے کوئی اسلحہ ساز فیکٹری قائم کر رکھی ہے اور اس میں دھڑا دھڑ اسلحہ تیار ہو رہا ہے

۲۔ صوبہ سرحد میں اسلحہ بھرے ٹرک پکڑے گئے ہیں۔

۳۔ سردار سورن سنگھ کابل گئے تو عبدالغفار خاں سے ملاقات کی گئی۔ اس کے بعد ولی خاں نے پیپلز پارٹی سے معاہدہ ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ (وغیرہ)۔

۴۔ ولی خاں نے صدر بھٹو کو دھمکی دی ہے کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو مسٹر بھٹو سے آئندہ ملاقات پاک افغان سرحد پر ہو گی ——

غرضیکہ اس نوعیت کی زہریلی اور سنسنی خیز خبریں پورے تسلسل کے ساتھ اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔

ان خبروں کی اشاعت کے بعد نیپ کے سربراہ عبدالولی خاں اور ان کی جماعت کے بعض دیگر رہنماؤں نے پوری وضاحت کے ساتھ ان تمام خبروں کو شرانگیز اور غلط بتایا۔ اور اپنے تردیدی بیانات میں گمراہ کن پروپیگنڈے کی سخت مذمت کرتے ہوئے ارباب اختیار سے مطالبہ کیا کہ وہ ان خبروں کی اشاعت کا پس منظر معلوم کریں۔

حال ہی میں صدر مملکت جناب بھٹو صاحب کی ذات سے منسوب پھر اسی نوعیت کی ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں بھٹو صاحب نے مبینہ طور پر خوشگوار موڈ میں بات کرتے ہوئے خود کو صحرائی گوریلا اور مسٹر ولی خاں کو کوہستانی گوریلا قرار دیا ہے۔

ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ اس قسم کی جتنی خبریں شائع ہو رہی ہیں وہ پاکستان کے موجودہ آتش گیر حالات میں جلتی پر تیل کا کام دے رہی ہیں —— جن اخبارات نے یہ خبریں شائع کی ہیں انہوں نے کوئی ملی یا ملکی خدمت انجام نہیں دی بلکہ انہوں نے ملک میں خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کی اور خانہ جنگی کے رجحانات کو تقویت دینے کا سامان فراہم کیا ہے۔

کیا پریس کی مشاورتی کمیٹی اور اس کا وضع کردہ ضابطۂ اخلاق صرف اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے ہی ہے یا اس سے کوئی ملکی سالمیت یا ملی سربلندی کا کام بھی لیا جا سکتا ہے؟

اخبارات و رسائل جہاں ارباب اختیار کی شب و روز مصروفیات کی سرگرمیوں کی طویل خبروں اور رنگارنگ تصاویر شائع کرنے کے لیے وقت دکھائی دیتے ہیں۔ کیا ان سے اس امر کی بازپرس نہیں کی جا سکتی کہ وہ ملک و ملت کے مفادات کے برابر خلاف اور من گھڑت خبریں شائع کرکے پاکستان کو خانہ جنگی کے جہنم میں کیوں دھکیل رہے ہیں اور پاکستان کا ایک بازو کٹ جانے کے بعد صوبائی علیحدگی کے رجحانات کو تقویت دے کر اس کے دوسرے بازو پر کلہاڑا کیوں چلا رہے ہیں؟

اگر حکمران گروہ سے تعلق رکھنے والے بعض افراد کی ذاتی عزت کے تحفظ کے لیے پریس مشاورتی کمیٹی کے اجلاس طلب کیے جا سکتے ہیں۔ یا ضابطۂ اخلاق کو حرکت دی جا سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ملکی سالمیت اس کی وحدت اور ملتِ اسلامیہ کی اخوت اور عظمت کی خاطر اسے بروئے کار نہیں لایا جاتا —؟

ارباب حکومت کا وطنی اور ملی فریضہ ہے کہ پاکستان کے مختلف صوبوں، وہاں کی جماعتوں اور افراد کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کرنے والی سرگرمیوں کو پوری شدت کے ساتھ ختم کر دے اور من گھڑت یا گمراہ کن خبریں شائع کرنے والے اخبارات کو ایسی عبرت ناک سزا دے کہ آئندہ کسی بھی اخبار کو صرف اپنی تعداد اشاعت میں

اضافے کے لیے سنسنی خیز جھوٹی خبریں شائع کرنے کی جسارت نہ ہو سکے۔

پاکستان کے تمام صوبوں اور یہاں کی مختلف جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے درمیان کامل یگانگت، یکسوئی اور محبت و الفت کا سلسلہ قائم و دائم رہے اور صوبائی یا قومی عصبیت اور علیحدگی کے خطرناک رجحانات کا ابتداءً ہی خاتمہ ہو جائے۔

سیاسی رہنماؤں اور حکمرانوں سے

اخبارات کے علاوہ کچھ سیاسی رہنماؤں اور حکمرانوں کی بھی ذمہ داریاں ہیں وہ پوری دیانت داری اور مخلصانہ جذبے کے ساتھ سوچیں اور اپنے موجودہ طرزِ عمل کا جائزہ لیں کہ ان کی غیر محتاط روش اور بے فکرے پن سے معاملات میں بگاڑ تو نہیں پیدا ہو رہا اور وہ لاشعوری طور پر کہیں خود تو ایسی صورت نہیں پیدا کر رہے جس سے افہام و تفہیم کی راہ ہموار ہونے کے بجائے تلخی اور کشیدگی کو تقویت ملے؟

ان دنوں ان کی جانب سے جس قسم کی بیان بازی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کا جو وطیرہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس سے ذہنی و فکری تصادم پیدا ہو گیا ہے اور یہ کش مکش اور تصادم بالآخر عملی جنگ و جدال کے میدان میں گھسیٹ لائے گا۔ کیونکہ غیر محتاط گفتگو اور زبان طعن کا استعمال ہمیشہ دست و گریباں پر منتج ہوا کرتا ہے۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاسی رہنما، جماعتوں کے قائدین اور اربابِ اقتدار بھی صبر و ضبط، رواداری، تحمل و برداشت اور دانش مندی و دوراندیشی سے کام لیں اور زخم خوردہ ملک و ملت پر رحم فرمائیں۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔

چنانچہ فی سبیل اللہ کی تفسیر حضورِ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:۔

وعن ابی موسیٰؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ الرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُہٗ فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ءَ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: اور حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ ایک شخص غنیمت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لیے لڑتا ہے تاکہ لوگ اس کی طاقت کو جان لیں۔ تو ان میں سے کون شخص ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو شخص اس لیے لڑتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ شخص اللہ کی راہ میں لڑتا ہے۔

آپؐ کے اس ارشاد سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

۱۔ غنیمت کے لیے لڑنا فی سبیل اللہ جہاد نہیں۔ اگر اس نیت سے لڑے کہ اسے مال و دولت حاصل ہو یا حکومت و سلطنت ملے تو یہ جہاد نہیں ہوگا۔

۲۔ اپنی شہرت کے لیے لڑے۔ اور

۳۔ ریاکاری اور رعب و دبدبہ ظاہر کرنے کے لیے لڑنا بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں بلکہ محض کلمۃ اللہ کی بلندی اور اشاعت کے لیے لڑنا ہی جہاد ہے۔

اسی طرح ذاتی انتقام کے جذبہ کے تحت لڑنا بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں کہلاتا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپؓ نے ایک کافر کو زمین پر گرایا۔ اور اس کے سینہ پر بیٹھ کر جب اسے قتل کرنے لگے تو اس نے آپؓ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوگئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس پر اس نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے۔ آپ نے میری اس حرکت کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پہلے صرف اللہ کی رضا کے لیے تجھے قتل کر رہا تھا جب تو نے یہ حرکت کی تو اب اس میں ذاتی انتقام کی شرکت کا احتمال پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر وہ شخص فوراً مسلمان ہو گیا۔

پس مسلمان مجاہد اور سپاہی کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے، اس کے دین کی سربلندی کے لیے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے لڑتا ہے، شہرت، ریاکاری، ذاتی انتقام یا مال و دولت کا حصول اس کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں مجاہد فی سبیل اللہ بننے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

●

سب سے بہتر آدمی ہے نیک وہ
سیکھ کر قرآن کو سکھلائے جو



جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

مجاہد فی سبیل اللہ کے اوصاف

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝ (سورۃ نساء آیت ۷۶)

ترجمہ: جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کی ایک خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کا قتال فی سبیل اللہ ہوتا ہے، جبکہ کافر لوگ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں قتال فی سبیل اللہ جہاد کی ایک صورت ہے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی جہاد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یعنی حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لیے ہر قسم کی جد و جہد قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں اس راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لیے اپنی، اپنے عزیز و اقارب کی، اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک کو قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لیے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لیے بھی پوری طرح تیار رہنا، یہی جہاد ہے اور یہ اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔"

جہاد اپنے نفس سرکش کے ساتھ ہو یا باطل کی مادی طاقتوں سے ہو، مالی جہاد ہو یا جانی، جہاد بالسیف ہو یا جہاد بالقلم۔ ہر ایک کے لیے فی سبیل اللہ کی قید ہے ــــ یعنی مومن ہمیشہ اللہ کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے۔ اس کے پیش نظر دین الٰہی کی اشاعت، نظام اسلامی کا نفاذ اور شریعت کی ترویج ہوتی ہے۔ جہاد کے کسی مرحلہ پر بھی اس کی نظر اس کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں ہوتی ــــ قرآن کریم میں اکثر و بیشتر جہاں مومنوں کی صفت جہاد کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں فی سبیل اللہ کے الفاظ ساتھ ساتھ لائے گئے ہیں۔

چنانچہ سورۃ انفال میں ارشاد باری ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجٰہَدُوْا بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ (سورہ انفال ۸ آیت ۷۲)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

اسی طرح اس وصف کے مالک لوگوں کو سچے مومنوں کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجٰہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ (سورہ انفال ۸ آیت ۷۴)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو جہاں بھی جہاد یا قتال کا حکم دیا گیا۔ وہاں فی سبیل اللہ کی قید کو صراحۃً ذکر کیا گیا۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۹۰)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو۔ جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیات کریمہ سے صاف طور پر واضح ہے کہ اس قدر اہم عبادت میں فی سبیل اللہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خلوص نیت ہو۔ مال خرچ کرنا ہو یا جان کی قربانی پیش کرنا ہو۔ اپنے عقل و فہم کا نذرانہ دینا ہو یا علم و دانش کا تحفہ پیش کرنا ہو، خویش و اقارب، اولاد و والدین کو قربان کرنا ہو یا گھر بار وطن و ملک کو چھوڑنے کا ہدیہ نذر کرنا ہو۔ جہاد کی ان سب صورتوں میں یہی مقصود و مطلوب اور غرض و غایت ہونی چاہیے کہ اللہ راضی ہو، اس کا بھیجا ہوا نظام خطۂ ارضی پر رائج ہو۔ اسی کے احکام نافذ ہوں سیاست ہو یا عبادت، معاشرت ہو یا معاملت تدبیر منزل ہو یا سیاست مدن، اعتقادات ہوں یا اعمال سب ہی میں نیت کا اخلاص ضروری ہے کیونکہ سبھی اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لامرئ ما نوی (الحدیث۔ مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور بے شک ہر شخص کے لیے

(باقی صفحہ

مولانا عبد الرحمن لدھیانوی

تزکیۂ نفس

قرآنِ مجید کی روشنی میں!

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا (زَکّٰىهَا)
وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا (دَسّٰىهَا)

مذکورہ ہر دو آیات سورۃ الشمس ۹۱ پارہ ۳۰ کی آیات ۸ و ۹ ہیں۔

(ترجمہ:) تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اُس کو سنوار لیا۔ اور نامراد ہُوا جس نے اُس کو خاک میں ملا کر چھوڑا۔

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رح)

نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا، یہ ہے کہ قوتِ شہویّہ اور قوتِ غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابع دار بنائے تاکہ روح و قلب دونوں تجلیٔ الٰہی کی روشنی سے منوّر ہو جائیں۔ اور خاک میں ملا چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ نفس کی باگ ڈور یکسر شہوت و غضب کے ہاتھ میں دیدے عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے گویا خواہش اور ہویٰ کا بندہ بن جائے ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔

مذکورہ ہر دو آیات جوابِ قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے سُورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اُجالا اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بُلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفسِ انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونو کو سمجھنے اور ان پر چلنے کی قوت دی۔ اسی طرح متضاد اور مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اُس کلیم مطلق کا کام ہے۔ خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزون و مناسب ہے جیسے اندھیرے اور اُجالے کا وجود (حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

تزکیہ — فلاح کا سبب

(۲) تفسیر حقانی میں یوں شرح کی گئی ہے۔ جس سے تزکیہ فلاح کا سبب اور تلویثِ خسارہ کا سبب سمجھا گیا۔ تلویث میں قوائے بہیمیہ عقل و شرع پر غالب آجاتی ہے اور تزکیہ میں اُن پر عقل و شرع غالب رہتی ہے۔ قوائے بہیمیہ کو غلبہ دینے سے دنیا اور آخرت میں کیا بُرے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اور قوتِ مدرکہ بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ حق باتوں کا انکار کر دینا اور انکار پر اصرار کرنا۔

(ترجمہ:) فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو گناہوں اور فضلات کے میل کچیل سے پاک کر لیا۔

(تفسیر:) انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے یا عقائدِ فاسدہ کو دل میں جگہ دیتا ہے یا جب لذات و شہوات میں خدا سے غافل ہو جاتا ہے تو اُس کے نفس یا روح پر ایک مَیل یا دھبّہ لگ جاتا ہے۔ مرنے کے بعد یہی دھبّہ جس مرتبہ کا ہے اُسی کے موافق ایک خاص صورت میں باعثِ عذاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا اور تحقیق خراب ہُوا جس نے رُوح کو آلودہ کر لیا۔ اس نورانی جوہر کو گندی چیزوں میں چھُپا دیا۔ یہی ایک جملہ قَدۡ اَفۡلَحَ ...... الخ کافی ہے جس کو چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے اور وہ چند چیزیں جن کی قسم کھائی ہے اس کی قدرتِ کاملہ کا نمونہ اور عالمِ ہستی کی بنیاد ہیں۔ آگے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھُٹلایا جو نفس کی خرابی سے ہی واقع ہُوا اور جس کے بدلہ میں وہ تباہ کر دیئے گئے۔

شاہ عبد العزیزؒ کی تفسیر

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے قوتِ شہویّہ اور غضبیہ کو پست کر کے قوۃِ عقلیہ کا تابع اور فرماں بردار بنا لیا اور اپنی عقل کو شرع شریف کا خادم کیا ہے۔ اُس کا مرتبہ فرشتہ کے مرتبہ سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ مرتبہ بڑی کوشش اور مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ فرشتوں کو یہ بات ہرگز میسر نہیں ہو سکتی۔ جب انسان شہوت اور غضب پر غالب آجاتا ہے تو عجیب و غریب حالتیں، شوق و ذوق، غیرتِ الٰہی اور دین کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔

نفس کو پاک کرنے کے لیے اہلِ طریقت کے بزرگوں نے بہت سارے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں جیسے قوتُ القلوب اور احیاءُ العلوم اور عوارف، لیکن جو قرآن مجید سے دریافت ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی بیس آیتوں میں فلاح کا لفظ آتا ہے۔ بعض نے فلاح سے نیک اعمال مراد لیے ہیں اور مذکورہ آیت میں فلاح کو تزکیہ نفس سے مربوط کیا ہے تو ان عملوں کو بجا لانا تزکیہ اور پاکی کے واسطے کافی ہوگا۔ جو کتابیں طریقت کے بزرگوں نے لکھی ہیں وہ انھی بیس آیتوں کی شرح ہے۔

(۱) هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ...... هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝

سورہ بقرہ پارہ ۱

(۲) قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ...... خٰلِدُوۡنَ

پارہ ۱۸ ۔ اور اسی طرح سورۂ روم، سورۂ توبہ وغیرہ وغیرہ۔

نفس کے گم نام کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر تجلیٔ الٰہی کی روشنی نہ پڑے اور جب اس نور سے محروم ہو گیا تو اس کا مرتبہ حیوان کے مرتبہ سے بھی کم تر ہو گیا اس واسطے کہ حیوان کو اس نور کے حاصل کرنے کے اسباب نہیں دیئے گئے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یُوں ہر دو آیات کی تفسیر کی ہے:

قسم ہے انسان کی جان کی اور اُس ذات کی جس نے اُس کو ہر طرح

(باقی صفحہ ۱ پر)

ارشادات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی (مرحوم) امیر تبلیغی جماعت

ملّتِ اسلامیہ کے زوال کے اسباب

عورت اور مال

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم امیر تبلیغی جماعت سنہ ۱۹۶۱ء میں ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور مختلف شہروں میں تبلیغی اجتماعات میں خطابات فرمائے مورخہ ۲۴/۳ء کو راولپنڈی شہر میں بوقت دس بجے دن حضرت مولانا نے ایک ایک خصوصی چائے کی مجلس میں بہت مفید ارشادات فرمائے تھے۔ اس مجلس میں اسلام آباد سے بہت سے ارباب حکومت بھی شامل تھے۔ بعض محکموں کے سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری اور کچھ وزراء حضرات بھی موجود تھے۔ آپ کے ارشادات راقم الحروف نے نوٹ کر لیے تھے۔ چونکہ ارشادات ملّتِ اسلامیہ کے مفاد کے عین مطابق ہیں لہٰذا قارئینِ خدام الدین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ (احقر العباد: صادق علی ندوی، لائلپور)

دین کا صحیح تصوّر صحابہ کرامؓ کی زندگی اور سیرت جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے مطالعہ سے قائم ہو سکتا ہے۔ ہماری موجودہ زندگی اسلامی معاشرہ کی آئینہ دار نہیں ہے۔ موجودہ معاشرہ کی خرابیاں دو وجوہات سے پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ تعلقاتِ مرد و زن

۲۔ مالیات

اسلامی معاشرہ میں ایک مرد عورتوں سے تعلقات میں آزاد نہیں ہے۔ اُس پر پابندیاں عائد ہیں اور یہ پابندیاں طہارتِ قلب، پاکیزگی باطن اور عفت کے لیے ازحد ضروری ہیں۔ آج کل کی زندگی میں بہت سی پابندیاں مفقود ہیں اور اسی وجہ سے شرعی معاشرہ نظر نہیں آتا ہے جب تک مسلمانوں کے معاشرہ میں ان پابندیوں پر سختی سے عمل رہا اللہ تعالےٰ کی نصرت ہمارے ساتھ تھی معاشرہ کے بگاڑ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی نصرت ہمارے ساتھ نہ رہی اور ہم روبہ تنزّل ہیں اس بگاڑ کو مسلمانوں میں رائج کرنے میں ہمارے دشمنوں کا حصہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جب عیسائیوں نے اسلام کا عروج دیکھا اور اپنے آپ کو اس اسلامی سیلاب کا مقابلہ کرنے سے بے بس پایا تو ان کے سمجھ دار پادری مشورہ کرنے لگے یعنی جب مسلمانوں نے سلطنت روم پر غلبہ حاصل کر لیا تو پادریوں نے مشورہ کے بعد عیسائیوں کو کہا کہ تم اپنی حسین وجمیل عورتوں کو کہو کہ ان مسلمانوں کو زنا پر آمادہ کریں اور اس سکیم کے تحت حسین عورتوں کو سنگار کر کے بازاروں میں چھوڑ دیا۔ اور ان کو کہا کہ اگر کوئی بھی مسلمان ذرا مائل نظر آئے تو فوراً اس کو زنا کی ترغیب دیں اور اس گناہ کبیرہ سے ان کی روحانی قوت کو ضائع کر دیں۔ پادریوں نے سمجھ لیا تھا کہ جب مسلمان زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اور ہمارا ملک آزاد ہو جائے گا۔ لہٰذا تین دن تک عیسائی عورتیں نیم برہنہ ہو کر بازاروں میں اس بُری نیت سے پھرتی رہیں۔ نیز انہوں نے اپنا مال اور قیمتی چیزیں بازاروں میں بکھیر دیں تاکہ مسلمان خیانت کی نیت سے ان کا مال اٹھائیں اور اس طریقہ سے عورت اور مال کے ذریعہ اس غالب قوم کو تباہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے امیر نے جب یہ نقشہ دیکھا تو تمام مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ شہر میں داخل ہوتے وقت اور بازاروں میں پھرتے وقت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قوم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر جمی رہی اور عیسائیوں کا یہ حربہ کارگر نہ ہو سکا۔

افسوس کا مقام ہے کہ بعد کے زمانہ میں یورپ کے عیسائیوں نے اسی حربہ سے مسلمانوں میں اخلاقی پستی پیدا کر دی۔ عیسائی ہماری تاریخ سے ہمارے عوام سے زیادہ واقف ہیں۔ انہوں نے سلطنت روم کی تاریخ کو سامنے رکھا۔ شیطان نے انہیں بار بار ترغیب دی کہ مسلمانوں کا زوال اخلاقی انحطاط سے ہی ہو سکے گا۔ لہٰذا اس میں پوری جد و جہد کی جائے۔

قرونِ اولیٰ

قرونِ اولےٰ میں غیر مسلموں کو دشمن سمجھا جاتا تھا۔ جس کو انسان دشمن سمجھے اس سے بہت بچتا ہے اور اس کے داؤ میں نہیں آتا۔ اب عیسائی ہمارے حلیف ہیں جب حلف کا تعلق قائم ہو جائے تو پھر انسان ہر قسم کی رواداری کرتا ہے اور اس رواداری میں عیسائیوں کے معاشرہ کی تمام خرابیاں مسلمانوں میں آ چکی ہیں بلکہ ان خرابیوں کو معاشرہ میں رواج دینے کے لیے باقاعدہ تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور اس ملک کام میں ہمارے مسلمان بھائی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور خرابیاں اس وقت انہیں خوبیاں نظر آ رہی ہیں۔ مسلمان تباہی کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ النونا یخدج البناء

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس راز کو جانتے تھے اور اُمت کو بچانے کے لیے بیان کیا —— شیطان بھی جانتا ہے مگر وہ اس راز کے علم سے اس قوم کی تباہی کی سکیمیں تیار کر چکا ہے۔ اور اس کی سکیموں پر عیسائی اور مسلم گامزن ہیں —— شیطان کا حربہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں کارگر نہ ہو سکا اب کارگر ہو رہا ہے۔

فاروق اعظم رضؓ

ہمارے نوجوان جب کوئی سیاست ملکی کا معاملہ درپیش ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام فخر سے لیتے ہیں۔ جب ان کو سادگی کی تلقین کی جائے تو کہتے ہیں چھوڑو ان دقیانوسی باتوں کو یاد رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں سب سے زیادہ دقیانوسی

تھے۔ اور سادگی میں صحابہ کرام سے سبقت رکھتے تھے۔ حقیقت میں ہمارے آج کل کے نوجوان حضرت عمرؓ کی وہ بات تو مانتے ہیں جو ان کی عقل کے مطابق بیٹھتی ہے۔ جو بات ان کی عقل کے مطابق نہ ہو اسے دقیانوسی کہہ کر ٹالتے ہیں۔ دراصل وہ حضرت عمرؓ کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنی عقل اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنی عقل کی اتباع نہیں کرتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی اتباع کرتے تھے۔ حقیقی عقلمندی یہ ہے کہ اس شخص کی عقل پر اعتبار کیا جائے جو سب سے زیادہ عقلمند ہے۔ تمام دنیا کے انسان مل کر ایک صحابیؓ کی عقل کا مقابلہ نہیں کرسکتے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مل کر ایک پیغمبر کی عقل کے برابر نہیں ہو سکتے اور تمام انبیاء کرام کی عقلیں مل کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ لہٰذا قطعی عقلمندی تو یہ ہے کہ خاتم النبیین کی عقل کے سامنے سب عقلوں کو پامال کر دیا جائے۔

ع- پیشِ مردِ کاملے پامال شو

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مزاج مناظرہ کا نہ تھا وہ کیوں کہتے ہی نہ تھے۔ ع-

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

ان کا شعار تھا۔ ہماری عقل ایک چیونٹی کے برابر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ایک پہاڑ ہے۔ بھلا پہاڑ جتنی عقل چیونٹی میں کیسے سما سکتی ہے۔ اگر ہماری تمہاری عقل میں بعض چیزیں نہیں آ رہی ہیں تو یہ عجیب بات نہیں ہے۔ ہماری عقل جزوی ہے کلی نہیں ہے ؎

عقل جزوی عقل را بدنام کرد
حرصِ دنیا مرد را ناکام کرد

دوسری بات جس سے دین ٹوٹتا ہے امورِ مال ہیں۔ ہم نے اپنی معاشیات میں دین کو داخل ہی نہیں کیا ہے اسی وجہ سے ہمارا معاشرہ دینی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرتوں سے محروم ہے۔ کمائی کے جتنے شعبہ جات ہیں یہ دین قیم کے تابع ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم توڑے گا وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا مستحق نہیں رہتا ہے۔ بازاری عورت صرف ایک حکم توڑتی ہے تو معاشرہ اس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ یہ بھی ان علاقوں اور ملکوں کا معاملہ ہے۔ جہاں زنا ایک گناہ سمجھا جاتا ہے۔ جن ملکوں میں زنا حرام ہی تصور نہیں کیا جاتا وہاں تو زانیہ سے نفرت بھی نہیں ہے۔ بہرحال ہمارے یہاں تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مال حاصل کرنے کے لیے اللہ کا ایک حکم توڑتی ہے مگر ہمارے مسلمان حضرات اکثر روزانہ ہزاروں حکم توڑتے ہیں۔ اور اس کی برائی محسوس تک نہیں کرتے۔ مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا جاتا ہے، دھوکا دیا جاتا ہے، سودی کاروبار کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان حرام طریقوں سے کمایا ہوا مال حرام طریقوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ سود کے متعلق جو قرآن میں وعید ہے اس کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ سود کے متعلق تو قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ اگر اس سے باز نہ آؤ گے تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔

زانیہ کے ساتھ تو قرآن میں اعلانِ جنگ نہیں کیا گیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عیسائی اقوام کا حربہ

صحابہ کرام کے زمانہ میں عیسائی قومیں ہمیں عورت اور مال کے حربوں سے تباہ نہ کر سکیں اب یہ دونو حربے ہم پر استعمال ہو رہے ہیں اور ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں قومی سطح پر غیر مسلموں سے سودی قرضے لیے جا رہے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ امداد کے نام پر یہ زہر ہمیں کھلا رہے ہیں اور ہم اپنی تباہی کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔

مختصر عرض یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کرنی ہے تو ان دونو امور یعنی عورت اور مال کو دین کے تابع کر دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتاتے ہوئے اصولوں پر معاشرہ قائم کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو سمجھو۔ اپنا معاشرہ ٹھیک کروگے تو تمام عالم انسانی کے سردار ہوگے تم اگر دین پر قائم ہو کر اسلامی معاشرہ قائم کر لوگے تو انشاء اللہ دوسری قومیں اسلام کی برتری کی قائل ہو جائیں گی۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ان پر سردار ہوگے۔ چاند پر جانے والے تمہارے غلام ہوں گے کمال تو یہ ہے۔ چاند پر پہنچ جانا کمال نہیں ہے۔

آج ترقی کا معیار چاند تک پہنچنا اور وہاں آباد ہونا تصور کیا جاتا ہے۔ یہ ترقی نہیں ہے چاند تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا آج کے سائنس دان چاند کو دو ٹکڑے نہیں کر سکیں گے یہ ان کی طاقت سے باہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد چاند کے ٹکڑے کرنا نہ تھا بلکہ اصلاح معاشرہ، چاند کے ٹکڑے تو ان کی نبوت پر دلیل تھے اور چاند کو دو ٹکڑے ہوتے بہت سے انسانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد والے کام میں لگ جاؤ اور اصلاح معاشرہ کرو۔ اسی میں دین اور دنیا کی کامیابیاں ہیں اگر ایسا نہ کروگے تو تمہاری دنیا بھی تباہ ہوگی اور آخرت بھی۔ وما علینا الا البلاغ



"اسباب کی کمی پر نظر ڈال کر مایوس ہو جانا اس بات کی نشانی ہے کہ تم اسباب پرست ہو اور اللہ کے وعدوں اور اس کی غیبی طاقتوں پر تمہارا یقین بہت کم ہے۔ اللہ پر اعتماد کرکے اور ہمت کرکے اٹھو تو اللہ ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے ورنہ آدمی خود کیا کر سکتا ہے۔ مگر ہمت اور اپنی استطاعت بھر جہد شرط ہے۔"

(از ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ)

علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ

مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ
اور
معاشرے پر اُن کے اثرات

اس سیاسی اور معاشی اور تعلیمی بربادیوں کے علاوہ انگریزوں نے پادریوں کی بڑی بڑی جماعتیں بھیجیں۔ تاکہ ان مصائب میں گھرے ہوئے مسلمانوں کو مسیحیت کی بہار دکھا کر مسیحی بنایا جائے۔ یہ وہ اسباب تھے کہ جن کی بناء پر علمائے حق کو خداوند تعالیٰ نے حفاظت دین کے لئے کھڑا کر دیا اور انہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں دینی درسگاہوں کو غلام ہندوستان میں قائم کرنے کا عزم کیا۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں "قیصر التواریخ" کے حوالے کے مطابق سات ہزار علماء شہید کئے گئے یا جزائر انڈیمان میں قید کئے گئے۔ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی جو شاہ عبدالقادرؒ کے شاگرد اور دہلی کے صدر الصدور تھے انڈیمان بھیجے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حاجی صاحبؒ حجاز مقدس پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی قید ہوکر پھر رہا ہوئے اور مولانا محمد قاسمؒ گرفتاری سے بچ گئے۔ اور پھر عام معافی کی وجہ سے بری ہوئے ان بقیۃ السیف حضرات نے خصوصاً مولانا محمد قاسمؒ نے دیوبند میں ایک دارالعلوم کی تاسیس کا قصد کیا۔ جس میں اللہ نے وہ برکت رکھی کہ اس ادارہ کی اسلامی خدمت کی نظیر کل عالم اسلام میں نہیں ملتی۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے دس سال بعد ۱۸۶۷ء میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔ جن مقدس ہاتھوں نے یہ بنیاد رکھی اس نے دارالعلوم دیوبند کی تاسیس غیبی اشارات کے تحت کی تھی۔

۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو جب جہانگیر نے دہلی طلب کیا تو دیوبند سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ اس جگہ سے مجھے علم نبوت کی بو آتی ہے۔ جس کو مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد صاحب کے غیر مطبوعہ مکتوبات میں خود دیکھا ہے

۲۔ حضرت مولانا رفیع الدینؒ خلیفہ شاہ عبدالغنی نے خواب دیکھا کہ علم کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں یہ خواب دیکھ کر مولانا اس وقت متعجب ہوئے لیکن جب دارالعلوم دیوبند کے اول مہتمم وہی ہوئے تو اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے۔

۳۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے پیروں کے نیچے سے نہریں نکل کر تمام عالم میں پھیل رہی ہیں (کوائف دارالعلوم محرم، صفر ۱۳۷۰ھ)

بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا علم تقویٰ اخلاص کا اعتراف مخالفین تک نے کیا۔ مولانا موصوف اور سرسید احمد خاں دونوں مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے لیکن بعد میں دینی مسائل میں دونوں میں اختلاف رہا۔ اور وہ اختلاف "مکاتیب بنام سرسید" کی صورت میں چھپا بھی ہے۔ لیکن باوجود اس مخالفت کے جب مولانا وفات پا گئے تو سرسید نے ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء کو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں مولانا کی تعزیت ان الفاظ میں کی جو مقالات سرسید حصہ ہفتم میں بھی درج ہے۔

"افسوس ہے کہ جناب ممدوح مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے بہت رنج و غم و افسوس کا باعث ہے۔ زمانہ تحصیل علم میں جیسے کہ وہ ذہانت، عالی دماغی فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے۔ ویسے نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے۔ ان کو جناب مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو نہایت عالی مرتبہ کا دل بنا دیا تھا۔ خود بھی پابند شریعت تھے اور دوسروں کو بھی پابند شریعت و سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔ بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا ان کو خیال تھا۔ مسائل خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے۔ مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولانا مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفس یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے ان کے تمام کام اور افعال جس قدر تھے بلاشبہ للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے لئے تھا۔ اور کسی سے خوش ہونا بھی خدا کے واسطے تھا۔ کسی کو مولانا موصوف اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے۔ مسئلہ حب للّٰہ بغض للّٰہ ان کے برتاؤ میں تھا ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی تھیں ہم اپنے دل سے ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہیں"

برکات دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی مقبولیت عنداللہ اور بابرکت ہونے کے باوجود اس امر کے کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے مالیات دارالعلوم کے لئے جو اصول قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ حکومت اسلامی ہو یا غیر اسلامی اس سے کوئی امداد قبول نہ کی جائے۔

۲۔ جن امراء کا چندہ دینے سے نام و نمود مقصود ہو۔ ان سے چندہ قبول نہ کیا جائے کہ برکت غرباء کے چندہ میں زیادہ ہے کہ ان کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔

۳۔ دارالعلوم کے لئے مستقل آمدنی کا ذریعہ پیدا نہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے خوف و رجاء اور اعتماد علی اللہ کے جذبہ میں کمی آ جاتی ہے۔ جو دارالعلوم کی ترقی کا اصلی سرمایہ ہے۔

یہ تمام اصول اور وصایا حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے اب تک موجود ہیں اور ان پر عمل ہے۔

اس کے باوجود بادشاہوں کے بنائے ہوئے مدارس اجڑ گئے۔ اور آج ان کا نام و نشان باقی نہیں۔ اور درویشوں کا یہ ادارہ باوجود گوناگوں انقلابات کے ایک سو سال سے اب تک قائم ہے۔ اور ہر شعبہ میں ترقی کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارہ کو جو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے وہ اسلامی تاریخ میں کسی دارالعلوم یا مدرسہ دینیہ کو حاصل نہیں ہوئی روداد مدرسہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں ہر ملک کے طلباء فیض علمی حاصل کرنے کے لئے یہاں موجود رہتے ہیں جس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں احقر تدریس کی خدمت انجام دیتا تھا تو ایک طالب علم کاشغر (چین) کا جو دارالعلوم میں پڑھتا تھا میرے پاس خدمت کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کاشغر میں کیسے پتہ لگا کہ دارالعلوم دیوبند بھی کوئی دینی مدرسہ ہے۔ اس نے عجیب واقعہ سنایا کہ کاشغر کا ایک تاجر دہلی آیا تھا۔ جب کاشغر واپس پہنچا لوگوں کو دہلی کا حال سنانے لگا۔ مقامی لوگوں نے اس سے پوچھا کہ دہلی کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ دیوبند کے قریب ہے۔ جب جا کر ان کو علم ہوا۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہاں تو دہلی کی پہچان دیوبند کے نام سے ہوتی ہے۔ بہر حال ہر زمانہ میں ہندوستان کے علاوہ وہاں عرب، چین، روس، افغانستان ایران، جاوا، سماٹرا وغیرہ ممالک کے طلبہ کافی تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ سب کشش من جانب اللہ ہے۔ نشر و اشاعت و پروپیگنڈے کا کوئی ذریعہ وہاں نہ موجود ہے۔ اور نہ اس کو پسند کیا جاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے اس کی شاخوں کا ایک جال تمام برصغیر میں ہزاروں کی تعداد میں پھیل گیا۔ جن سے علم دین کی مشعلیں روشن ہوئیں اور انگریزی غلامی کے باوجود بقائے اسلام کا سامان بن گیا۔ ان مدارس نے ایک طرف علوم دین کی تدریس اور تصنیفی خدمت کی دوسری طرف اسلام پہ اہل باطل نے جس قدر حملے کئے ان سب کا منہ توڑ جواب دیا گیا اور مسلمانوں میں تبلیغ کر کے ان کے ایمان کو پختہ کیا اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد کو اسلام میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔ جن میں سے صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ برصغیر ہند و پاکستان میں یورپ کا سب سے بڑا پادری آیا۔ جس کا نام فنڈر تھا اور جس کو اپنے اسلامی علوم کی مہارت۔ فلسفہ دانی اور قوت مناظرہ پر فخر تھا اور تمام علمائے اسلام کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ اور حکومت انگریزی کی نگرانی میں شہر آگرہ میں وہ مشہور تاریخی مناظرہ ہوا جس میں بڑے بڑے انگریز بھی شریک تھے۔ اور ہزاروں ہندو مسلمان شریک مناظرہ تھے موضوع مناظرہ تورات اور انجیل کی تحریف تھی۔ یہ مناظرہ کئی دن جاری رہا۔ جس میں پادری فنڈر کو شکست فاش ہوئی اور جس میں سب کے سامنے پادری فنڈر کو اعلان کرنا پڑا۔ کہ ہماری کتابیں محرف ہو چکی ہیں۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جس کتاب کو وہ مشکوک مان رہا ہے۔ اس پر ایمان لانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ مناظرہ اردو، فارسی، عربی میں چھپ چکا ہے۔ عربی کا نام "اظہار الحق" ہے۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت کر گئے۔ اور اتفاق کی بات ہے۔ کہ فنڈر ہندوستان سے رسوا و ذلیل ہو کر قسطنطنیہ پہنچا وہاں بھی علمائے استنبول کو چیلنج دینا شروع کیا۔ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کا وقت تھا۔ خلیفہ تک خبر پہنچی اور یہ اطلاع بھی اس کو پہنچی۔ کہ قسطنطنیہ کے علماء میں سے کوئی اس پادری سے مقابلہ کے لئے تیار نہیں۔ سلطان نے فوراً گورنر حجاز کو لکھا کہ

"اگر حجاز میں کوئی عالم عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کی مشق رکھتا ہو۔ تو اسے بھیج دیا جائے۔ حرم کے شیخ اس زمانے میں زینی وحلان" محدث تھے۔ گورنر مکہ نے سلطان کے اس حکم سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے درس حدیث کے حلقہ میں اس کا ذکر کیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی اسی درس میں بیٹھا کرتے تھے۔ آگے بڑھ کر انہوں نے عرض کیا کہ اس فن سے بندہ بخوبی واقف ہے۔ مولانا رحمت اللہ کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ قسطنطنیہ میں بھی فنڈر ہی نے فتنہ برپا کیا ہے۔ مولانا کو قسطنطنیہ روانہ کیا گیا۔ جب پہنچے تو فنڈر کو خبر ملی کہ وہی آگرہ والا ہندی مولوی یہاں بھی سر پہ مسلط ہو گیا ہے۔ بغیر کسی اطلاع کے وہ قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ سلطان کو اس اثر کا جب علم ہوا تو اس کے دل میں مولانا کی عظمت بڑھ گئی۔ اور بڑی قدر دانی کی۔

خود مولانا محمد قاسمؒ صاحب نے بانی آریہ سماج پنڈت دیانند کو مباحثہ رڑکی میں اور انگریز پادریوں کو مباحثہ، شاہجہان پور میں جو دونوں چھپ گئے ہیں۔ ایسی شکست فاش دی، کہ پھر نہ کسی پادری اور نہ ہی کسی پنڈت کو یہ ہمت ہوئی۔ کہ وہ علمائے اسلام کو مناظرہ کا چیلنج دے سکے۔ مولانا موصوف نے غلام ہندوستان میں صداقت اسلامی کو آفتاب کی مانند چمکایا۔ حسب روداد ۱۳۸۵ھ سال گزشتہ میں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے۔ اور آمدنی نو لاکھ تینتالیس ہزار تین سو چونسٹھ روپے اور پچون پیسے ہے (۹۴۳۳۶۴ ر ۵۴)

پاکستان میں مدارس عربیہ کا قیام

قیام پاکستان کے بعد یہ اسلام کا ایک معجزہ کرامت ہے۔ کہ علمائے اسلام نے بے سرو سامانی اور گوناگوں مصائب اور ناموافق حالات میں بقائے اسلام کے لئے پاکستان کے دونوں حصوں میں عربی مدارس قائم کر کے دین کی مشعلیں روشن کیں۔ مغربی پاکستان میں حافظ نذیر احمد مصنف "جائزہ مدارس عربیہ" نے ایسے بڑے مدارس عربیہ کو جن کی ڈاک کے پتے ان کو معلوم تھے ۱۳، مئی ۱۹۵۹ء یعنی تقریباً آج سے آٹھ سال پہلے جو خطوط روانہ کئے ان کی تعداد تقریباً چھ سو تھی۔ بعد کے آٹھ سالوں جدید مدارس عربیہ میں جو اضافہ ہوا وہ اس کے علاوہ ہے اور یہ تعداد تمام مدارس کی نہیں بلکہ مشہور اور بڑے مدارس کی ہے اور وہ بھی صرف مغربی پاکستان کی ہے۔ مشرقی پاکستان کی نہیں۔ اہل مشرقی پاکستان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور دینی ذوق بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ جائزہ مدارس عربیہ کے اندراج کے مطابق مغربی پاکستان کے مشہور عربی مدارس کی تعداد ضلع وار حسب ذیل ہے

نمبر شمار	ضلع	تعداد مدارس	نمبر شمار	ضلع	تعداد مدارس
۱	کشمیر	۹	۱۲	سرگودھا	۲۹
۲	بنوں	۱۴	۱۳	سانگھڑ	۲
۳	بہاول پور	۸	۱۴	سکھر	۲۴
۴	بہاول نگر	۸	۱۵	ریاست	

(باقی ص ۱۷ پر)

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

خلافتِ راشدہ

حدیث مبارک مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کی توضیح و تشریح

سرورِ کائنات محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ نزولِ وحی کے مقدس دور میں حق تعالےٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل فرمائی۔

شریعت محمدیہ کا عملاً نفاذ ہوا۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و صحبت کے فیضان سے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ایسے قدسی نفوس تیار ہوئے جنہوں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد کارِ نبوت کی اشاعت و حفاظت کی اور نہ صرف روم و ایران پر اسلامی پرچم لہرایا بلکہ افریقہ اور کابل تک اسلام کی روشنی پھیلا دی۔ نظامہائے باطل کو مٹا کر نظامِ حق قائم کیا۔ انسانی جبر و استبداد سے اولادِ آدمؑ کو نجات دلا کر ان کو خدائی حکمران کے تابع کر دیا، اور خلافتِ راشدہ کے مبارک دور میں عبادت خداوندی کا وہ منظر پیش کر دیا جو نسلِ انسانی کی پیدائش کا مقصدِ اصلی تھا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (میں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ گو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں خلفائے اربعہ (چار یار) حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ وہ ممتاز ہستیاں ہیں جن کو حق تعالےٰ نے قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ عطا فرمائی۔ لیکن ان حضرات کے علاوہ بھی ہر ہر صحابی حسبِ ارشاد نبویؐ ہدایت کا روشن ستارہ ہے جن سے بعد کی امت نے نورِ ہدایت حاصل کیا۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے)

مَا اَنَا عَلَیْہِ کی عظیم الشان کسوٹی

چونکہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر حق تعالےٰ نے سلسلہ نبوت ختم کر دیا ہے اور نبوت اور شریعت محمدیہ قیامت تک کے لیے عام و تام ہے اور امتِ محمدیہ نے قیامت تک مختلف ادوار سے گزرنا تھا۔ جن و انس کے شر سے کئی فتنوں کا احتمال تھا۔ اسلام کے نام اور حق کے عنوان سے بھی اربابِ دجل اور اہلِ باطل نے اہلِ اسلام کے دین کو برباد کرنا تھا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ کے عطا کردہ علم کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایک ایسا معیار کامل دیا۔ ایک ایسی عظیم کسوٹی عطا فرمائی کہ جس کے ذریعہ وہ حق و باطل میں تمیز کر کے صراطِ مستقیم پر قائم رہ سکیں۔

چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش گوئی ارشاد فرمایا۔

ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملۃ و تفترق امتی ثلث و سبعین ملۃً کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ۔ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی (روایت الترمذی) (مشکوٰۃ شریف)

یعنی بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سوائے ایک فرقہ (ملت)، کے سب جہنم میں جائیں گے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو فرمایا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔

مذہب اہل السنت کی حقانیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق الحمدللہ مذہب اہل السنت والجماعت ہے۔ مَا اَنَا سے مراد سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ وَاَصْحَابِیْ سے مراد محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فیض یافتہ جماعت ہے۔ اس جماعت مقدسہ میں خلفائے راشدین کے علاوہ جوانانِ جنت کے سردار سیدنا حضرت امام حسنؓ، سیدنا حضرت امام حسینؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فاتح ایران، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و مسلمؓ کے سالے حضرت امیر معاویہؓ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر، سیف اللہ حضرت خالدؓ بن ولید وغیرہ وہ نامور صحابہؓ بھی ہیں جو اسلام کی قوت و غلبہ کا قوی سبب بنے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اگر گروہی و نسلی تعصب سے بالاتر ہو کر فیصلہ کیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ خداوند عالم کا بھیجا ہوا دین اسلام اعتقاداً و عملاً وہی ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مابعد کی امت کو ملا ہے۔ اگر نعوذ باللہ سنتِ مطہرہ اور اور جماعت مقدسہ (صحابہ کرامؓ) سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو اسلام کا نام تو لیا جا سکتا ہے لیکن اسلام کی حقیقت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام کائناتِ ارضی و سماوی حتیٰ کہ انبیائے کرام اور ملائکہ عظام میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسوۂ حسنہ بھی سب سے اعلیٰ اور اکمل ہے۔

اور چونکہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیض پانے والے صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی ہیں۔ اس لیے مابعد دور کی امت تک علوم و اعمالِ نبویؐ پہنچنے کا ذریعہ بھی صرف وہی مقدس نفوس ہیں۔ اسی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مَا اَنَا عَلَیْہِ کے ارشاد سے ساری امت پر اپنی

سنت کی اتباع لازم کر دی وہاں دُ آصحابی کے الفاظ سے اپنی فیض یافتہ جماعت صحابہ کرامؓ کو بھی قیامت تک کے انسانوں کے لیے حق و باطل کا معیار قرار دے دیا۔

اب جس طرح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف و منکر جنت کے راستہ سے ہٹا ہوا سمجھا جائیگا اسی طرح صحابہ کرامؓ کی توہین و مخالفت کرنے والا بھی یقیناً راہِ جنت سے محروم ہو جائے گا۔ اور مرنے کے بعد وہ عذاب جہنم سے بچ نہیں سکے گا۔ (العیاذ باللہ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے محققانہ ارشادات

گیارھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

یعنی متعدد فرقوں میں سے ناجی فرقہ کی تمیز کے لیے جو دلیل حضور پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ الذین ھم ما انا علیہ واصحابی ہے۔ یعنی وہ ناجی فرقہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ اور اس مقام میں باوجودیکہ خود صاحبِ شریعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کافی تھا۔ صحابہ کرامؓ کے ذکر کی یہ وجہ ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحابؓ کا طریقہ ہے اور راہ نجات فقط ان کے طریقے کی پیروی سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اس نے اللہ تعالےٰ کی پیروی کر لی۔ پس اطاعتِ رسولؐ بالکل اطاعتِ حق ہے اور اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کرنا عین اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہے کہ —— پس اسی طرح اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے —— اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی لازم پکڑنے والے اہل السنت والجماعت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی کوششیں قبول فرمائیں پس اہل السنت ہی نجات پانے والا فرقہ ہے —— کیونکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ طعن کرتے ہیں وہ ان کی پیروی سے محروم ہیں۔ اور اصحاب پر طعن کرنا در اصل پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔ جس نے اصحاب کی عزت نہ کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔ اور نیز جو شریعت قرآن و حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے وہ صحابہ کرام کے پہنچانے کی وجہ سے ہی ہے۔ تو جب وہ قابل طعن ہو جائیں جو انہوں نے دین پہنچایا ہے وہ بھی قابل طعن ہو جائے گا اور یہ دین کا پہنچانا بعض صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام اصحاب عدالت سچائی اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی پر طعن کرنے سے دین پر طعن کرنا لازم آئے گا۔ (العیاذ باللہ)

تمام اصحاب کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے۔ اور ہرگز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو وہ فروع میں ہے۔ اور تمام اصحاب شریعت کے پہنچانے والے ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں ہوا کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے اور امارگی سے پاک ہو کر مطمئنہ بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد اور حق کے بلند کرنے کی بنا پر تھا پس ان میں سے جس سے اجتہادی خطا ہو گی۔ اس کو بھی اللہ کے ہاں ایک درجہ ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح ہو گیا اس کو خود دو درجے ملیں گے پس ان کی خطا سے اپنی زبان کو باز رکھنا چاہیے اور سب اصحاب کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے۔ پس ہمیں اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھنا چاہیے"۔

★

نئے تعلیمی اداروں اور اخلاقی تربیت گاہوں کے قیام کی ضرورت

حافظ نثار احمد ایم۔ اے —— ملتان

اسلام میں علم کی اہمیت مسلّم ہے علم کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور وہ مسجود ملائک بنے۔ سب سے پہلی وحی میں علم کی اہمیت بالخصوص قلم کے ذریعہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو انتہائی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اہلِ علم کی اس قدر و منزلت کی گئی ہے کہ تمام دنیا میں اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر رہی ہے۔ لیکن ہمارے علمی اداروں کا طغرۂ امتیاز ماضی میں جامع تعلیم کے ساتھ مثالی تربیت رہا ہے —— اس نظام تعلیم کی بدولت ہمارے اداروں سے بڑے بڑے شیوخ، مدبر، مؤرخ ہیئت دان، ماہرین ریاضی، فقیہ و محدث، اور حکیم و متکلم پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے امام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام غزالیؒ، علامہ سیوطیؒ، امام شاہ ولی اللہؒ، البیرونیؒ، ابن رشدؒ، ابن طفیلؒ، ابن سیناؒ، امام فخر الدین رازیؒ۔ غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے اور قریباً بارہ سو سال

(باقی صفحہ پر)

جدید معاشرہ میں مذہب کا کردار

(ڈاکٹر رشید احمد جالندھری)

(دوسری قسط)

مہمل نظامِ حکومت کے نالائق افسر

حکومت نے حال ہی میں سینکڑوں سرکاری افسروں کو نااہلی اور نالائقی کی بنا پر الگ کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی کو سنوارنے کے لئے یہ ایک اچھا قدم ہے لیکن اسے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس فرسودہ اور مہمل نظام کو ختم کیا جائے جس نے نالائق افسروں کو تیار کیا تھا۔ اس نظام کو توڑنے کے ساتھ ساتھ آدمی کی معنوی زندگی میں انقلاب لانا ضروری ہے۔ اور یہ انقلاب مذہب ہی لا سکتا ہے کیونکہ وہ اخلاقی قدروں کا بھی خالق ہے۔ قانون انسان کی اندرونی اور معنوی زندگی کو بدل نہیں سکتا۔ جیسا کہ افلاطون نے کہا تھا۔ حضرت مسیح نے فرمایا تھا، کہ جو آدمی دوسری بار پیدا نہیں ہوا وہ خدا کی مملکت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آدمی کی دوسری پیدائش سے حضرت مسیح کا مقصد ہے کہ آدمی تاریکی سے روشنی اور برائی سے بھلائی کی طرف منتقل ہو جائے۔

ہمارے معاشرے میں مذہب کی دوسری خدمت یہ ہے کہ وہ پاکستانی باشندوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ مذہب کی نگاہ میں انسان ملکوتی الاصل ہے اور وہ دنیا میں خدا کی تشبیہ اور آسمانی آرٹ کا شاہکار ہے۔ اس سے محبت کرنا اور اس کی خدمت کرنا خدا کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب چیز ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوع انسان کو خدائی کنبہ قرار دیا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مذہب کا یہ بلند اور حسین تخیل جوں جوں عام ہوتا جائے گا۔ اسی قدر پاکستانی معاشرے میں یکجہتی، محبت، خدمتِ خلق اور وحدت کے جذبات ترقی پائیں گے۔ اور انسان کو انسان کے دکھ درد، مایوسی و ناامیدی کو دور کر کے سچی مسرت حاصل ہو گی، بھگوت پورانا کی ایک مناجات میں آیا ہے: "تمام مخلوق کے حصہ میں جو غم آیا ہے وہ مجھے مل جائے۔ اور انسان غموں سے چھٹکارا پا لیں"۔ منصور حلاج کی درد ناک شہادت، انسانی تاریخ کا ایک المیہ ہے منصور کے جب ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور سادہ لوح لوگ اس کے خلاف شور اور ہلڑ بازی برپا کئے ہوئے تھے۔ تو منصور نے کہا، خدایا مجھے ان لوگوں سے کوئی شکوہ نہیں۔ کیونکہ اگر انہیں اس بات کا علم ہوتا جو تو نے مجھے عطا کیا ہے۔ تو یہ لوگ میرے خلاف نہ ہوتے۔ اور اگر میری نگاہوں سے بھی وہ حقیقت اوجھل ہوتی جیسا کہ اُن کی آنکھوں سے ہے تو پھر آج میں اس آزمائش گاہ میں نہ ہوتا اور یہ خدائی محبت ہی تھی۔ جس نے منصور کے دل و دماغ کو منور کر دیا تھا۔ نگاہ کی یہ بلندی اور فکر کی یہ پاکیزگی، دل کا یہ سوز و درد، مذہب کا عطیہ ہے۔

بہر نوع موجودہ وقت میں ہمارے معاشرے میں بھائی چارے اور خدمتِ خلق کے پاکیزہ جذبات کو عملی جامہ پہنانے میں مذہب اپنا تاریخی رول ادا کر سکتا ہے۔ اب تک اس میدان میں مذہبی جماعتوں نے کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا۔ لیکن اس کی ذمہ داری مذہب پر نہیں، بلکہ ان لوگوں پر ہے جن کی اپنی روحیں مذہب کی پاکیزہ تعلیم سے آباد نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ ہمارے سامنے یہاں مذہب کی ایک دوسری صورت عیسائیت بھی ہے۔ جس نے یہاں کے پس ماندہ لوگوں کو آگے بڑھانے میں بڑا کام کیا ہے۔ مجھے اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی عار نہیں ہے کہ یہاں کی مسلم اکثریت اور اس کے مذہبی رہنماؤں نے گذشتہ تیئس ۲۳ سال میں پس ماندہ اقوام کی روحانی اور تعلیمی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے برعکس عیسائیت کے مبلغین نے قربانی، ایثار سے کام لے کر ہمارے معاشرے کے بے بس اور مظلوم انسانوں کو تعلیم سے آراستہ کر کے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے۔ میں نے خود اس سلسلہ میں دو نو مسلم اور عیسائی راہنماؤں سے ملاقاتیں کی ہیں:

ایک عیسائی مشنری کا جذبہ

راولپنڈی سے

ایک پرائمری مشنری سکول میں ایک سسٹر چالیس سال سے بچوں کو پڑھانے کا کام کر رہی ہیں۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ یہاں چالیس سال تک ٹھہرنے کا محرک کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ خدائی محبت نے مجھے یہاں روک رکھا ہے۔ یہ مذہب ہی ہے جس نے ان ہزاروں انسانوں کی تقدیریں بدلی ہیں۔ جنہیں انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ تاریخ کی انتہائی ستم ظریفی ہے کہ جس مذہب نے انسان کو آج سے صدیوں پہلے بھائی چارے کا صاف اور واضح تصور دیا اور انسان کو خدا کی شبیہ قرار دے کر اس کے وقار کو بحال کیا تھا۔ اس مذہب کے راہنماؤں نے اپنے گرد و پیش میں بسنے والے مظلوم انسانوں کے لئے کچھ نہیں کیا۔ میں اپنی اسلامی تاریخ اور ایسے ہی گرد و پیش کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو لوگ سیاست کی راہ سے عوام کو بلند اخلاق اور روحانی پاکیزگی کے اونچے مقامات پہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ مذہب کی بنیادی روح سے تغافل برت رہے ہیں۔ مذہب کی یہی وہ سیاسی تعبیریں ہیں۔ جن کی بنا پر ایک حلقہ سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ غیر مسلم پاکستان کی قومی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکیں گے۔ گویا کہ یہ لوگ مذہب کی بنیاد پر ہندوؤں یا عیسائیوں کو اس ملک میں درجہ دوئم کا شہری بنانے کے لئے سوچ رہے ہیں۔ ایسے ہی ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے شائع ہونے والی ایک کتاب "کلچران اسلام" میں کہا گیا ہے

کہ "خوف خدا" اسلام کی سطحی تعبیر ہے۔ مزید یہ کہ مسلم ملک جب چاہے اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اپنے غیر مسلم پڑوسی ملک پر دھاوا بول سکتا ہے" یہ کتاب انگریزی زبان میں ہے۔ اس لئے باہر کی دنیا میں ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف پروپگنڈا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ یہ کام ہم نے خود ہی انجام دے دیا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے، کہ مذہب کی نمائندگی کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ ورنہ جن لوگوں نے قرآن مجید اور دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ خوف خدا مذہب کا بنیادی جز ہے۔ برائی سے بچنے کا نام خوف خدا ہے۔ اسی لئے خوف خدا کو ممتاز مفکرین نے دانائی اور حکمت کی ابتدا سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن داد دیجئے کہ مؤلف کتاب اس حکمت کو اسلام کی سطحی تعبیر قرار دے رہے ہیں۔ میں یہاں ان دوستوں سے بھی اخلاقی کے ساتھ اپیل کروں گا۔ جو مذہبی تعلیم کے لئے اپنے پاس بڑی بڑی عمارتیں یا رقبے رکھتے ہیں کہ وہ وقت کی آواز پر آگے بڑھیں اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مذہبی تعلیم کے خطوط متعین کریں۔ اور اپنے گرد و پیش میں چلنے والے کامیاب مشنری سکولوں کا بھی جائزہ لیں۔ ایسے ہی جو ادارے اسلامیات اور ثقافت اسلامیہ پر تحقیق کے نام سے قائم ہیں۔ انہیں خود اپنے کام کا جائزہ لینا چاہئیے۔ کہ کیا انہوں نے واقعی کوئی علمی کام کیا ہے؟ ایسے ہی ان کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ ملک کے مختلف اداروں سے شائع ہونے والی اسلامی کتابوں کا تنقیدی جائزہ لیں۔ تاکہ ہمارے دانشور اور پڑھنے والے کتاب کی علمی قدر و قیمت سے آگاہ ہو سکیں۔

مذہب کی ضرورت و اہمیت

بہر نوع بات یہ چل رہی تھی۔ کہ مذہب لوگوں کے جذبات میں رقت اور لطافت پیدا کرنے کے لئے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر ملک کے مختلف حصوں سے علماء کرام اور دانشوروں کو گاہے گاہے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے۔ اور مذاکرے کرائے جائیں۔ تو اس سے لوگوں کے مذہبی شعور کو بیدار کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ اور اس طریق سے لوگ مذہب کے نام پر نفرت اور جنگ پھیلانے والوں کی بات بھی نہیں سنیں گے۔ یہ مذاکرے یونیورسٹی ہال اور پاکستان کونسل میں کرائے جا سکتے ہیں۔ ان مذاکروں میں برصغیر ہند و پاکستان کے معروف و ممتاز مذہبی راہنماؤں کی خدمات پر بھی تبصرہ کرایا جا سکتا ہے ان مذاکرات میں قرآن مجید کے پیغام، اسلام کے بنیادی اصولوں اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ کی پاکیزہ زندگی پر علمی مقالے بھی پڑھے جائیں۔ اس طریق سے ہم مذہب کی صحیح روح کو عوام تک پہنچانے میں کامیاب رہیں گے۔ ہمیں یہ بتانا ہو گا کہ مذہب بوجھل عقائد اور پیچیدہ نظریات اور فرسودہ رسوم کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا نظام ہے۔ جو انسان کو برائی کے خلاف جد و جہد پر آمادہ کرتا ہے۔ اور ایک ایسی جگہ ہے جو سچائی، پاکیزگی، حسن و جمال ایسی خدائی صفات کی جلوہ گاہ ہے۔ اسلام کی یہی سادہ اور صاف تعلیم تھی۔ جس نے قدیم ہندوستان کی تہذیب اور مذہب پر اپنا گہرا اثر چھوڑا ہے۔ آج ہم اپنی اجتماعی اور سیاسی زندگی کو سنوارنے کے لئے نئے نئے تجربے کر رہے ہیں۔ اور گرد و پیش میں آزاد ہونے والی قوموں کے تجربوں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنے اجتماعی مشکلات پر قابو پانے کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی ہمارے ذہن میں رہنی چاہیئے۔ کہ ہمارے عوام بنیادی طور پر روحانی قدروں سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ اور یہ امر ہماری تہذیب کا بنیادی رکن ہے۔ اس لئے ہمیں صحت مند معاشرے کی تخلیق میں ان بلند اخلاقی قدروں کو سامنے رکھنا ہو گا۔ جن کا پتہ ہمیں مذہب نے دیا ہے۔ خوف خدا، خدمت خلق، احساس فرض، انسانی وقار کی عزت و حرمت، اور انسان دوستی، یہ ایسی انسانی قدریں ہیں۔ جن کو عملی طور پر اپنائے بغیر ہم کبھی بھی نیا معاشرہ پیدا نہیں کر سکتے۔ اور یہی وہ قدریں ہیں۔ جن کی اشاعت کے ذریعے مذہب ایک بار پھر شاندار اور صحت مند کردار ادا کر سکتا ہے۔

حضرات! میں بات کو طول دے کر آپ کے صبر و تحمل پر مزید بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں پاکستان کونسل کے ڈائریکٹر جناب صفی صفدر کا شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے آپ لوگوں سے ملنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ میں نے ان کی دعوت پر آپ کے سامنے مذہب کے موضوع پر بولنے کی جسارت کی ہے۔ عبدالرحمان جامی نے نفحات میں لکھا ہے۔ کہ خراسانی کے معروف و ممتاز صوفی شیخ ابو علی دقاق جوانی میں ایک مسجد میں وعظ فرماتے تھے۔ اور مذہب پر تقریریں کرتے تھے۔ لیکن آگے چل کر انہوں نے یہ مشغلہ چھوڑ دیا۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا سے ہمیشہ یہ عرض کرتے، کہ خدایا! میں نے منبر پر کھڑے ہو کر تیرے بارے میں جو فضول باتیں کی ہیں۔ ان کی معافی چاہتا ہوں"۔ سو میں بھی اپنی اس جسارت پر خدا سے معافی چاہتا ہوں اور آپ لوگوں سے معذرت خواہ

بقیہ: نئے تعلیمی اداروں اور ۔۔۔

تک اس نظام تعلیم کی بدولت یگانۂ روزگار لوگ دنیا کے سامنے آتے رہے۔ لیکن جب حالات نے ایک نئی کروٹ لی اور فرنگی کا منحوس سایہ عالم اسلام پر پڑا تو رفتہ رفتہ پورا عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ اور ہمارا نظام تعلیم بھی ہم سے چھین لیا گیا۔ انگریز نے میکالے سکیم کے تحت تعلیمی اداروں سے ایسے لوگ پیدا کئے جو رنگ اور خون کے لحاظ سے تو ضرور اپنے اپنے ملکوں کے لوگ تھے لیکن اپنی ذہنیت، انداز فکر، چال ڈھال اور بود و باش کے اعتبار سے پورے فرنگی تھے۔

علماء امت نے ان حالات میں بھی اپنی کوششیں جاری رکھیں اور اس بات کے پیچھے سر دھڑ کی بازی لگا دی انہوں نے خالص دینی ادارے جاری فرمائے۔ لیکن حالات کی ناسازگاری کے باعث ان اداروں میں علوم جدیدہ کو ساتھ نہ چلایا جا سکا توقع تھی کہ انگریز کی سیاسی غلامی کے خاتمے کے بعد یہ صورت حال ختم ہو جائے گی۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آج ایسے اداروں کے قیام کی سخت ضرورت ہے جہاں دینی تعلیم اور علوم جدیدہ کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی خصوصی اہتمام ہو۔

اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض
اور ـــــ تعلیم و تربیت کی اہمیت

پروفیسر قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے

سب شاکی ہیں کہ قوم کی اصلاح نہیں ہو رہی، قوم ترقی نہیں کر رہی، جس قوم نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیا ہو وہ خاک ترقی کرے گی۔ اصلاح کے لیے جو نسخۂ کیمیا اُسے عطا کیا تھا اُسے سمجھنا تو درکنار پڑھنا بھی نہیں آتا، دنیا کی سب خرافات یاد ہیں، قرآن یاد نہیں، گانے ازبر ہیں، سورتوں[۱] کا پتہ نہیں۔

(۱ پبلک سروس کمیشن کے انٹرویو ۱۹۶۶ء میں جب ایک ایم۔ اے اسلامیات سے سوال کیا گیا کہ سورہ یٰسین کون سے پارہ میں ہے؟ تو جواب میں کہا کہ "جو قرآن کی والیوم (.VOLUME) (جلد) میرے پاس ہے اُس میں تو کہیں نہیں ہے"۔ دوسرا سوال چیئرمین صاحب نے کیا کہ "حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ میں کیا لگتی تھیں؟"۔ جواب دیا کہ "پھوپھی زاد بہن"۔ ان کے اِن جوابات پر چیئرمین صاحب کو غصہ آگیا اور انھوں نے کہا کہ کمرے سے چلے جائیے مہربانی!)

یہ ساری خرابیاں اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ بچپن کا زمانہ جو اچھی باتوں کے قبول کرنے کا بہترین زمانہ ہوتا ہے والدین اس میں ان کو مذہبی تعلیم اور دینی ماحول سے محروم رکھتے ہیں، حالاں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان کی بسم اللہ دینی تعلیم سے ہو، آپ کو معلوم ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت سے نوازا گیا تو سب سے پہلے کیا حکم دیا گیا۔ ارشاد ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ (سورۃ العلق)

"آپ اس ربّ کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا سارے انسانوں کو جمے ہوئے خون سے، آپ پڑھیے اور آپ کا ربّ بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو، ان چیزوں کی تعلیم دی (انسان کو) جن کو وُہ نہ جانتا تھا۔"

گویا اس دینِ قیّم کی ابتدا ہی پڑھنے سے ہوئی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اوّلاً آپ نے فرمایا میں پڑھا ہُوا نہیں ہوں، جبرئیل امین نے تین بار دبایا اور چھوڑ دیا پھر آپ پڑھنے لگے۔ کتاب و سنّت کے اس واقعہ میں جہاں اور رموز و نکات ہیں وہاں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ بچّہ کا مربّی پہلے اسے ایسی تعلیم دلائے جس کا تعلق اللہ اور اس کے احکام سے ہو، اگر شروع میں بچّہ اس سے گھبرائے تو محبت و شفقت سے اسے اس پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ پھر جی لگا کر دین حاصل کرے، اور جب تک بچّہ دین سے بقدرِ ضرورت واقف نہ ہو جائے دوسرا قدم ہرگز نہ اٹھایا جائے۔

جہاں اس آیت سے جبری تعلیم کا حکم معلوم ہوتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتداء کا حکم خود یہ اس کی دلیل ہے، پھر ان آیتوں میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ بھی مذہبی تعلیم سے ہی متعلق ہے۔ عصری علوم سیکھنا اور ان کے ذریعہ اپنی دنیا سنوارنا بُرا نہیں بلکہ عصری علوم سیکھ کر دینی علوم سے بے بہرہ ہو جانا، اللہ اور آخرت کو بھلا دینا یقیناً بُرا ہے۔ مسلمان والدین کو اپنی اولاد کی مذہبی تعلیم کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے اس لیے ہمارے سکولوں اور کالجوں حتیٰ کہ یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں پورا قرآن ترجمہ و تشریح کے ساتھ داخلِ نصاب نہیں ہے حتیٰ کہ ایم اے اسلامیات میں بھی چند سورتوں کے علاوہ یا چند رکوعات کے علاوہ باقی قرآن نصاب سے خارج ہے۔ یہ کتنی دل کو ہلا دینے والی بات ہے کہ ایم اے اسلامیات میں بھی پورا قرآن داخلِ نصاب نہ ہو، ایسی کتابوں کو شاملِ نصاب کیا گیا جن سے نئی نسل گمراہی و ہلاکت تک جا پہنچی اور اُس کتاب کو نظر انداز کر دیا گیا جس سے قوم ہدایت یافتہ اور نجات حاصل کرنے والی بن جاتی۔ ایم اے تاریخ (پنجاب) کے کورس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت نیز "خلفائے راشدین" کو خارج از نصاب کر دیا گیا۔ اس پر بہت سے عوامی حلقوں سے احتجاج بھی ہوا، یونیورسٹی کے اربابِ اختیار نے طفل تسلیاں دے کر قوم کو بہلا لیا کہ ہم نے نصاب سے یہ ابواب خارج نہیں کیے پنجاب یونیورسٹی نے جو نیا نصاب برائے امتحان ۱۹۷۱ء شائع کیا ہے اُس کے صفحہ ۲۶۹ سے ۳۰۲ تک "تاریخ" کا نصاب ہے۔ اُس میں ہمیں تو یہ ابواب دکھائی نہیں دیتے۔ ایک شیعہ مجتہد سے جب خلفائے راشدین کے ابواب خارج از نصاب کرنے کے بارے میں رائے پوچھی گئی تو انھوں نے فرمایا "خلافتِ راشدہ کو اگر آپ تاریخِ اسلام میں سے نکال دیں گے تو آپ کی تاریخ میں باقی کیا رہ جائے گا؟"

اللہ کی کتاب سے بے اعتنائی، اپنی تاریخ سے ناآشنائی کے بعد کیا مسلمان قوم اقوامِ عالم میں پنپ سکتی ہے؟ اور قوم کے نونہالوں کے ساتھ یہ سلوک ظالمانہ سلوک ہے۔ اگر آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنا ہے تو اپنی اولاد کے لیے بطورِ خود دینی تعلیم کا ضرور انتظام کریں یا اُن سکولوں میں داخل کرائیں جہاں اسلامی روح اور فضا موجود ہو اور ایسے سکولوں میں ہرگز نہ بھیجیں جہاں آئینِ اسلام[۱] کے تحت عمل نہ ہوتا ہو، بچپن اور لڑکپن کے نقوش بڑے گہرے ہوتے ہیں، اور نتیجے کے طور پر بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱ "مشن سکولوں اور کالجوں کا مقصد علم و فن کی روشنی پھیلانا نہیں بلکہ بچوں کو ان کے مذہب سے پھیر کر سینٹ پال کے خود ساختہ مذہب کی دعوت دینا ہے اور عام طور پر ان کی تعلیم کا لازمی اثر

یہ ہوتا ہے کہ اگر طلبہ علانیہ مرتد نہیں ہوتے تو کم از کم اپنے مذہب سے برگشتہ ضرور ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں اسلام کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ اسلامی عقائد سے صریحاً انحراف پیدا ہو جاتا ہے، عبادات کو کھیل سمجھنے لگتے ہیں، اسلامی شعائر کی کھلی کھلی توہین کرتے ہیں، اور صرف خاندانی قیود اور رسمی مزاحمت کے باعث اسلام کے ساتھ ان کا رشتہ برائے نام رہ جاتا ہے، ان طلبہ کو بے دینی کے خطرے سے نکالنا ایک عظیم دینی خدمت ہے، والدین شاکی ہیں کہ اچھی تعلیم کا کہیں معقول انتظام نہیں ہے اس پر اگر مشنری مدارس کا بھی بائیکاٹ کر دیا جائے تو پھر ہمارے بچے آخر کہاں پڑھیں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ مشنری مدارس کی کمی کو سرکاری، اور اسلامی مدارس مل کر پورا کر سکتے ہیں، جن کی تعلیم ان سے بدرجہا زیادہ قابلِ ترجیح ہوتی ہے لیکن اگر وہاں بھی اس کی تلافی ممکن نہ ہو تو ایک سچے مسلمان کے نقطۂ نظر سے مذہب کو اعلیٰ تعلیم پر کسی طرح قربان نہیں کیا جا سکتا، اگر مشنری مدارس کے سوا مسلمانوں کو اپنی تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ میسّر نہ آئے تو اسے قبول کرنے سے اسے ٹھکرا دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ہمارے بچوں کا اسلام سے پھر جانا ان کے جاہل رہ جانے سے زیادہ بڑی مصیبت ہے۔ پس ضرورت ہے کہ مشنری تعلیم گاہوں کے خلاف پوری سرگرمی کے ساتھ پروپیگنڈا کیا جائے اور صرف پروپیگنڈا ہی نہیں بلکہ عملاً ہر مسلمان کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مدارس سے اٹھالے"——

"اسلام کا سرچشمۂ قوت" ص ۹۵-۹۴ زیرِ عنوان مشنری تعلیمی اداروں کا مقاطعہ)

"ایسے مدرسوں سے مسلمان زادے ذہنی طور پر کافر ہو جاتے ہیں اور ماں باپ بھی اولاد کے صالح ہونے کی تمنا کا خون ہوتا دیکھتے ہیں، اور صالح اولاد کے اچھے نتائج سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے غیر دینی ماحول میں اولاً راست گوئی امانت اور عفت سے دور ہو جائے گی اور دیانت و دین داری ان تینوں صفات کے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ ایسے ہی غیر دینی مدرسوں کے طالب علم بڑے ہو کر اپنی "طاقت" اور "اثر" کو لوگوں کی دیانت سلب کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات آج ہم آئے دن اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں"۔ (اسلامی نظریہ حیات ص ۳۷۸)

حلال و پاک غذا

والدین پر اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کو حلال غذا کما کر کھلائے، حرام کمائی سے خود بھی پرہیز کرے اور اپنی اولاد کو بھی پرہیز کرائے تاکہ اس کی نشو و نما پاکیزہ ہو اور اس میں اولو العزمی کے جذبات پرورش پائیں۔ "وَمِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدَيْنِ اَنْ لَّا يَرْزُقَهٗ اِلَّا حَلَالًا طَيِّبًا (شرح شرعة الاسلام ص ۵۹۴)

"اولاد کا حق والدین پر یہ بھی ہے کہ وہ انھیں صرف رزقِ حلال کھلائیں"۔

قرآن پاک اور احادیث میں بکثرت رزقِ حلال کی تاکید کی گئی ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اس کے بڑے اثرات ہوتے ہیں، کاش مسلمان ان چیزوں کی اہمیت محسوس کریں اور اپنی اولاد کی پرورش میں ان امور کا لحاظ رکھیں۔

آخر میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مضمون "اولاد کا حق" کا خلاصہ پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

اسلام سے پہلے والدین کو تو اپنی اولاد پر غیر محدود اختیارات حاصل تھے، مگر اولاد کا باپ پر کوئی حق تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور اس کو والدین کی عظمت و بزرگی کے خلاف سمجھا گیا تھا لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو مذہب لے کر تشریف لائے، اس کی شریعت میں حقوق کے مسئلہ میں بڑوں چھوٹوں کی تفریق نہیں، وہ جس طرح چھوٹوں پر بڑوں کے جائز حقوق تسلیم کرتا ہے، اسی طرح وہ چھوٹوں کے بھی بڑوں پر مناسب حقوق قائم کرتا ہے۔ آپؐ نے ایک چھوٹے سے فقرہ میں وہ اصول بتا دیا ہے، فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا —— جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

بڑے چھوٹے کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں، اور چھوٹے، بڑے کا ادب اور لحاظ کریں، یہ وہ اصول ہے جس پر چھوٹوں اور بڑوں کے باہمی حقوق کی بنیاد اسلام میں قائم کی گئی ہے، تمام حکیموں اور مقننوں کے قوانین کا بے پایاں دفتر وہ کام نہیں دے سکتا جو نبی اُمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ دو مختصر اور سادہ فقرے انجام دے رہے ہیں۔

اولاد کا سب سے پہلا حق والدین پر یہ ہے کہ وہ بالقصد اس کے نقشِ زندگی کو مٹانے کا سبب نہ بنیں بلکہ اُس کی زندگی کی تکمیل اور نشو و نما کے وہ تمام ذریعے مہیا کریں جو وہ کر سکتے ہیں، اسی لیے اسلام نے حمل کو بالقصد ضائع کرنے (اسقاط) کو گناہ قرار دیا ہے اور ذریعہ حمل کے ضائع کرنے (عزل) کو اچھا نہیں سمجھا اور پیدائش کے بعد مار ڈالنے کی جاہلانہ رسم کو تو جڑ بنیاد سے اکھاڑ ڈالا ہے (چاہے وہ عار کے سبب ہو یا فقر و فاقہ کے خوف سے) وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ٥ (یاد کرو جب (قیامت میں) زندہ دفن ہونے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس جرم میں ماری گئی؟) (سورہ کوّرت)

کس درجہ بلیغ اور مؤثر طرزِ ادا ہے، اس کا یہ اثر تھا کہ یا تو لوگ لڑکیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیتے تھے یا یہ زمانہ آیا کہ اداے عمرہ کے موقع پر آپؐ مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے ہیں، سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی اُمامہ چچا چچا کہتی دوڑی آتی ہے۔ حضرت علیؓ ہاتھوں میں اُٹھا لیتے ہیں اور حضرت فاطمہؓ کو حوالے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تمہارے چچا کی لڑکی ہے۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بچی مجھ کو ملنی چاہیے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ حضرت زیدؓ آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ حضورؐ! یہ لڑکی مجھ کو ملنی چاہیے کہ حمزہؓ میرے مذہبی اور دینی بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کا دعویٰ ہے کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔ آپؐ اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ "خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے، اس کی خالہ کی گود میں دے دیتے ہیں۔

آخر وہ زمانہ آیا کہ ایک بدوی شاعر کو لڑکیوں کی کثرت دیکھ کر طنزاً کہنا پڑا "غَدَا النَّاسُ مُذْ قَامَ النَّبِيُّ الْجَوَارِيَا" —— کہ پیغمبرؐ کی بعثت کے بعد تو یہ کثرت ہے کہ سب —— لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں۔

تعارف تبصرہ

یوسف عزیز مدنی

تبصرہ کے لیے مطبوعات کی دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہے۔

کتاب الفقہ (علی مذاہب الاربعہ) جزء اول

تالیف: عبدالرحمٰن الجزیری
ترجمہ: منظور احسن عباسی
قیمت مجلد: پچاس روپے
ناشر: شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور

پاکستان میں حکومت کی نگرانی اور سرپرستی میں علمی تحقیقات اور ان کی طباعت و اشاعت کے کام اگرچہ مختلف مقامات پر اور مختلف عناوین اور طریق کے ساتھ انجام پا رہے ہیں لیکن ان سب میں محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کے شعبۂ مطبوعات نے گزشتہ چند برسوں میں نادر و نایاب مطبوعات کی اشاعت کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے وہ ہماری علمی و ملی تاریخ کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے۔ کتاب الفقہ کی معیاری طباعت و اشاعت اسی سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے۔

محکمہ اوقاف نے فقہی مسائل پر مشتمل یہ ضخیم اور معلوماتی کتاب شائع کر کے علماء کرام اور مدارس عربیہ کے لیے بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے لیے بالعموم ایسا مجموعہ پیش کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے روزمرہ پیش آنے والے زندگی کے تمام معاملات اور مسائل کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا علم ہو سکتا ہے

مزید برآں اس کتاب کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ ہر مسئلہ کے متعلق آئمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا مسلک اور مؤقف واضح کر دیا گیا ہے تاکہ مختلف مسالک اور مکاتب فکر کے لوگ اس سے پورا پورا استفادہ کر سکیں۔

حضرت عبدالرحمٰن الجزیری کی کتاب کو نہایت آسان اور سہل اردو زبان میں شائع کر کے محکمہ اوقاف نے اپنا وہ فریضہ پورا کیا ہے جو اخلاقی طور پر اس کے ذمہ تھا۔

کتاب الفقہ جدید ٹائپ میں بارہ سو صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کا تمام مدارس اسلامیہ، دیگر تعلیمی اداروں اور لائبریریوں میں موجود ہونا ضروری ہے — خصوصاً علماء کرام، آئمہ مساجد اور خطیب حضرات کو صرف اس ایک کتاب کا مطالعہ دوسری فقہی کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ ضخامت، طباعت اور خوبصورت اشاعت کے لحاظ سے اگرچہ قیمت مناسب ہے لیکن بے وسیلہ اور بے مایہ علماء کرام، اور چھوٹے چھوٹے مدارس اسلامیہ کے لیے گراں قیمت کتاب کی خرید مشکل ہوگی۔ محکمہ اوقاف کو چاہیے کہ علماء اور مستحق مدارس کو رعائتی قیمت پر مہیا کرنے کا ضرور اہتمام کرے تاکہ علمی اور دینی حلقے اس معلوماتی کتاب کے استفادہ سے محروم نہ رہ سکیں۔

تلاشِ حق

تالیف: امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحؒ
ترجمہ: خالد حسن قادری
قیمت: تین روپے
ناشر: محکمہ اوقاف (شعبہ مطبوعات) پنجاب لاہور

"تلاشِ حق" اردو ترجمہ ہے حضرت امام غزالیؒ کی معروف کتاب "المنقذ من الضلال" کا۔

جدید اردو ٹائپ میں ۸۵ صفحات پر مشتمل کتاب کا ابتدائیہ علماء اکادمی کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری (پی ایچ ڈی - فاضل ازہر) نے لکھا ہے۔ کتاب کا تعارف کراتے ہوئے ابتدائیے میں علامہ رشید احمد صاحب لکھتے ہیں:

"تلاشِ حق میں غزالیؒ نے علم کلام اور اہل باطن کا لٹریچر پڑھا لیکن ان کی روح کو قرار نہ ملا۔ آخر وہ صوفیاء کی طرف متوجہ ہوئے جہاں انہوں نے ایک لمبی اور پُر مشقت جد و جہد کے بعد اپنی متاعِ گم گشتہ کو پا لیا۔ روحانی سفر سے واپسی پر غزالیؒ نے ذہنی قلق و اضطراب کی داستان کو اپنی مشہور کتاب "المنقذ" میں لکھا۔ اس طرح انہوں نے ان لوگوں کی راہ کو روشن کر دیا جو تلاشِ حق میں سرگرداں ہیں اور جو ظاہری علم کو انسانی فکر و ادراک کا منتہائے نظر نہیں گردانتے۔

غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ ہرچند اس کائنات میں عقل کی بادشاہی ہے لیکن وہ اکیلی حق کا سراغ نہیں پا سکتی، زندگی میں ایسے حقائق موجود ہیں جن کا ادراک صرف انسانی وجدان اور صوفیانہ ذوق ہی کر سکتا ہے اور یہ صوفیانہ ذوق خدائی عطیہ ہے جس سے خدا جسے چاہے نوازتا ہے"

بہر نوع حق کے متلاشیوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مشعلِ راہ ثابت ہوگا اور عصرِ حاضر کے پریشان خاطر انسانوں کے لیے وجہِ سکونِ قلب۔!

بقیہ: مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ

نمبر شمار	ضلع	تعداد مدارس	نمبر شمار	ضلع	تعداد مدارس
۵	پشاور	۲۸		سوات	۲
۶	تھرپارکر سندھ	۱۰	۱۶	سیالکوٹ	۱۲
۷	ٹھٹھہ	۴	۱۷	شیخوپورہ	۱۱
۸	جہلم	۸	۱۸	قلات	۹
۹	جھنگ	۱۴	۱۹	کوئٹہ	
۱۰	جیکب آباد	۲۰		سبی	۷
۱۱	رحیم یار خان	۲۴	۲۰	کوہاٹ	۱۱
۲۱	حیدرآباد	۹	۳۱	کیمبلپور	۲۰
۲۲	دادو	۱۱	۳۲	گجرات	۱۵
۲۳	ڈیرہ اسماعیل خان	۱۴	۳۳	گوجرانوالہ	۲۰
۲۴	ڈیرہ غازی خان	۹	۳۴	لاڑکانہ	۸
۲۵	راولپنڈی	۱۵	۳۵	لائلپور	۴۰
۲۶	لاہور	۲۳	۳۶	میانوالی	۱۷
۲۷	مردان	۲۲	۳۷	نواب شاہ	۶
۲۸	مظفرگڑھ	۲۶	۳۸	وزیرستان ایجنسی	۸
۲۹	ملتان	۲۰	۳۹	کوہستان ضلع ہزارہ	۸
۳۰	ساہیوال	۳۲	۴۰	کراچی	۶

مدارس انجمن اشاعت قرآن کراچی — ۳۴

ان میں سے صرف سات مدارس کا سالانہ خرچ ۵۹ء میں آٹھ لاکھ اور اب تقریباً سولہ لاکھ ہے

(باقی آئندہ)

بقیہ : تزکیۂ نفس

شکل و اعضاء و صورت سے درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں باتیں اسے القا کیں۔ نیکی اور بدی دونو کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القائے اوّل میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان اور میلان کبھی مرتبۂ عزم تک پہنچ جاتا ہے جو کہ قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ جس کے بعد صدورِ فعل بہ تخلیقِ حق ہوتا ہے اور کبھی عزم تک نہیں پہنچتا۔

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کر لیا۔ یعنی نفس کو فجور سے روک کر اس پر تقویٰ کو صدور میں ترجیح دی، اور نامراد ہوا جس نے اس کو فجور میں دبا دیا اور فجور سے مغلوب کر دیا۔

اے کفارِ مکہ! کیوں کہ تم اہلِ فجور ہو تم ضرور مبتلائے غضب و ہلاکت ہو گے آخرت میں یقیناً اور دنیا میں احتمالاً۔ جیسا قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں چھ چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہیں یہ انسان کی جان اور اُس کے ٹھیک کرنے کی یعنی قوائے باطنیہ اور ظاہریہ کو عطا کرنے کی، اور پھر اس سے نیک و بد کی سوجھ عطا کرنے کی قسم کھا کر انجام کا بتلانا ہے کہ جس نے اپنی روح کو آلائش سے پاک و صاف کر لیا اُس نے فلاح پائی۔ آسمان رفعت پر پہنچا اور جس نے اس کو آلودہ کر لیا۔ تب ضلالت اس پر طاری ہو گئی۔ وہ جہنم کی

دولت خداداد پاکستان کا نظام حکومت

خلافت راشدہ

کی اساس پر استوار کیا جائے

قومی اسمبلی سے اسلامیان پاکستان کا مطالبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک حقیقت ہے۔ ناقابلِ انکار حقیقت ــــ! کہ تقسیم ہند و استقلالِ وطن کی اصل و اساس اسلام ہے۔ دولتِ خداداد پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آئی اور محض اس غرض سے وجود میں آئی کہ مسلمان اپنے اس آزاد وطن میں اپنے اسلام کے تصوّر و نظریہ کو ایک زندہ حقیقت اور ایک فعّال تحریک کی حیثیت سے بروئے کار لا سکیں۔

جب وطنِ عزیز کی تشکیل و تعمیر اسلام کی رہینِ احسان ہے۔ اور پاکستان کا خمیر ہی دینِ اسلام سے اٹھا ہے۔ تو مسلمانانِ پاکستان کا یہ مطالبہ حق و انصاف پر مبنی ہے کہ "پاکستان کا دستور اسلامی ہو"

اس ربع صدی میں جمہوریت اور آمریت کے عنوان سے وطنِ عزیز میں کوئی درجن بھر حکومتیں بنیں۔ ہر حکومت نے بڑے مبہم الفاظ میں بار بار یہ اعلان کیا کہ ـــ "پاکستان کا دستور اسلامی ہوگا۔"

قریباً ان تمام حکومتوں میں جہاں برسرِ اقتدار ٹولہ کی زبان اسلام، اسلام کے پاکیزہ لفظ کی مسلسل رٹ لگاتی رہی وہاں عملی طور پر اسلام زیادہ سے زیادہ مظلوم و مجبور اور متروک و مہجور ہوتا چلا گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف ہماری نئی پود دین سے بہت دُور چلی جا رہی ہے۔ اسلامی اخلاق، اسلامی کردار اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے لگی ہے۔ بلکہ دولتِ مستقلہ پاکستان بھی دو ٹکڑے ہو کر رہ گئی ہے یہ سانحہ جہاں ایک دردناک سانحہ ہے، تاریخِ اسلام کا بے مثال المیہ ہے۔ وہاں ملتِ اسلامیہ پاکستانیہ کے لئے ایک عبرت کا تازیانہ ہے۔ قدرت کی طرف سے ایک عظیم و الیم سزا ہے جو ہمیں اسلام سے بے وفائی و غداری کے جرمِ عظیم کی پاداش میں ملی ہے۔

اللہ ربّ العزّت نے ہمیں ایک موقع اور دیا ہے۔ اگر ہم اب بھی توبہ کر لیں، تو اللہ کی رحمت ہمیں اپنے دامن میں لینے کے لئے تیار ہے۔ اور اگر ہم اب بھی نہ سنبھلے تو پھر شاید قدرت اتنا شدید انتقام لے کہ ع :- ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

قومی اسمبلی کے اراکین کا انتخاب گزشتہ سال سے ہو چکا ہے۔ عنقریب قومی اسمبلی دستور ساز کی حیثیت سے پاکستان کا دستور و آئین مرتب کرے گی۔

وطنِ عزیز کی عظیم ترا کثریت ـ اسلامیانِ پاکستان ـــ کا قومی اسمبلی کے محترم ارکان سے پُر زور مطالبہ ہے کہ پاکستان کا آئین و دستور کتاب و سنّت کے مطابق خلافتِ راشدہ کی اساس پر وضع کیا جائے۔

ایک حقیقت

یہاں اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ کتاب و سنّت تعلیم ہے۔ سراپا رحمت و ہدایت تعلیم! لیکن تعلیم اور چیز ہے۔ اور نظامِ حکومت اور چیز! جہاں ہمارا شخصی و قومی کردار کتاب و سنّت کی نورانی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیئے۔ وہاں ہمارا نظامِ حکومت خلافتِ راشدہ کی اساس پر استوار ہونا چاہیئے۔

کتاب و سنّت سے ہمیں نظم و نسقِ حکومت اور دستور و آئینِ مملکت کے اصول و اشارات تو ملیں گے۔ لیکن ان اصول و اشارات اور تعلیمات و ہدایات پر مبنی ایک منظم و مرتب بلکہ مسلّم و معمول عادلانہ نظامِ مملکت اگر ہمیں ملے گا۔ تو خلافتِ راشدہ کے عنوان ہی سے ملے گا۔ جو قرنِ اوّل میں کابل سے جبل الطارق تک اور وسطِ ایشیا سے وسطِ افریقہ تک رائج و معمول بہا رہ چکا ہے جس کے زیرِ سایہ دکھی انسانیت نے سُکھ کا سانس لیا ہے۔

خلافتِ راشدہ

خلافتِ راشدہ کا دَور اسلام کی عملی تصویر اور کتاب و سنّت کی صحیح اور سچی تعبیر ہے۔ خلفائے راشدینؓ ملتِ اسلامیہ کا عظیم سرمایہ بلکہ اسلام کا وہ مایۂ ناز عملی نمونہ اور رشد و ہدایت کا وہ مصدر و خزینہ ہیں جن کے اتباع و اثرات سے امت کا پورا قرنِ ثانی و ثالث جگمگا اٹھا اور ان قرون مشہود لہا بالخیر کے عمل و کردار، پھر ان کے جذبۂ تبلیغ و جوشِ جہاد سے کرۂ ارض کے بڑے حصے سے کفر و بے دینی اور الحاد و جاہلیت کی تہ بہ تہ ظلمات چھٹ اور ہٹ گئیں۔ اور ایشیا، افریقہ اور یورپ تین عظیم براعظم نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔

خلافتِ راشدہ کا دَور ہی تاریخِ اسلام کا وہ زرین و مثالی دَور ہے جس میں اسلام ایک انقلابی تحریک اور فاتح و فعّال قوت کی حیثیت سے اُبھرا، یہی وہ مبارک زمانہ ہے۔ جس میں اسلام کو اپنے صحیح خد و خال اور واقعی رنگ روپ میں دنیا کے سامنے اپنے حسن و جمال اور اپنی رعنائی و زیبائی کے بھرپور مظاہرے کا بہترین موقع ملا۔ یہی خلفائے راشدینؓ کی وہ پاکباز جماعت ہے۔ جس کا قول و کردار، جس کے فیصلے و فتوے دینِ اسلام کی صحیح تعبیر، کتاب و سنّت کی صحیح تفسیر اور شریعتِ محمدیؐ، قانونِ اسلام کی صحیح تشریح ہیں۔ پھر ان چہار خلفائے راشدینؓ پر ملتِ پاکستانیہ کے جمیع مکاتبِ فکر کا اعتماد و اتفاق ہے۔ جہاں عظیم ترین اکثریت سوادِ اعظم اہل السنۃ و اہلحدیث کو خلفائے اربعہؓ کی امامت و قیادت پہ فخر و ناز ہے۔ وہاں اہلِ تشیع کو سیدنا حضرت علیؓ کی خلافت پر یقین و اعتماد ہے جو خلافتِ راشدہ کے آخری عظیم رکن ہیں۔

لہٰذا ہر اعتبار سے اسلامیانِ پاکستان کو اپنے نمائندہ اصحاب۔ قومی اسمبلی کے معزز اراکین سے یہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ :-

پاکستان کا آئین و دستور نظامِ خلافتِ راشدہ کی اساس و بنیاد پر وضع و مرتب کر کے قیامِ پاکستان کا مقصد و مدعا پورا کیا جائے ۔ (والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ)

الداعی الی الحق :- تنظیم اہلِ سنّت پاکستان ملتان :- فون نمبر ۵۰۹۴

بچوں کا صفحہ

فضیلتِ اسلام

جناب محمد شفیع صاحب

پیارے بچو! تمہیں معلوم ہے کہ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مذہب اور دین کا پابند ہوتا ہے۔ جب سے اللہ تعالےٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اسی وقت سے انسانوں نے اس چیز کی ضرورت محسوس کی کہ وہ ایسی راہ پر چلیں۔ جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالےٰ تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مختلف انبیاء کرام بھیجے تاکہ دنیا کو ایک سچے دین کا پابند بنایا جائے مگر دنیا اکثر گمراہی میں مبتلا رہی اور اللہ تعالےٰ کے سچے دین کی مخالفت کرتی رہی۔ دین کی ضرورت لوگوں نے اس لیے محسوس کی تاکہ اس دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دوسری زندگی کو جس سے بہرحال انسان کو دوچار ہونا ہے بہتر بنایا جا سکے اور اپنے پیدا کرنے والے کو خوش کیا جائے۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو دین بھی آتا رہا ہے اس میں ایک طرف رضائے الٰہی تلاش کرنے کے طریقے اور دوسری طرف دنیا کی زندگی کو بہتر طریق پر گزارنے اور اسے پُرامن بنانے کے اصول بھی موجود تھے۔ تاآنکہ آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپؐ نے پھر سے اللہ تعالےٰ کے دین کی دعوت دی۔ اور دنیا کو اسلام سے روشناس کرایا یہ وہ دین تھا جو ہر طرح سے مکمل ہے۔ جس میں کسی قسم کی کجی اور خرابی نہیں۔ ایک طرف اس نے دنیا میں زندگی کے نظام کی اصلاح کا اعلان کیا تو دوسری طرف آخرت کی زندگی کے حصول کے لیے صحیح راستے بھی بتائے۔ آں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس دینِ حق کے مطابق زندگی گزاری اور دنیا کے غلط نظاموں کو ختم کرکے صحیح نظام کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کے اندر ایک امن کا دور دورہ قائم کرکے سب فتنے مٹا دیے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو سب دینوں سے بہتر دین کہا اور اپنے بندوں کے لیے اسی دین کو پسند کیا۔ انسانوں کے لیے یہ آخری دین ہے۔ اس کے بعد اب قیامت تک کسی اور دین کی ضرورت نہیں۔ ہر قوم اور ہر ملک خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے سے تعلق کیوں نہ رکھے اور کسی زمانے سے کیوں نہ گزرے وہ آخرکار دینِ اسلام کو ہی پسند کرے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (یعنی آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو ہی پسند فرمایا) پھر فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (یعنی خدا تعالےٰ کے نزدیک دینِ اسلام ہی سچا دین ہے) اسی لیے مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (تم نہ مرو مگر مسلمان ہو کر ہی) کیونکہ اسلام کے علاوہ ہر موت جاہلیت کی موت ہے۔ جس کے بعد اللہ تعالےٰ کی رحمت کی امید نہیں کی جا سکتی۔ آخرت کی زندگی ایک مسلسل عذاب کی زندگی ہو گی۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (سب سے بہتر کتاب اللہ تعالےٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔ اور سب سے بہتر راستہ جو انسان کو ہدایت دے سکتا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے یعنی اسلام۔

معلوم ہوا سب دینوں سے بہتر اور افضل دین اسلام ہی ہے اور پھر سب دینوں کو ختم کرنے والا ہے اس لیے کہ آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ جب آپؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں تو قیامت تک کے لیے اسلام ہی مذہب رہے گا۔ اس لیے کہ نبی تو دراصل دینِ حق ہی لے کر آیا کرتا ہے۔ عیسائیت اور یہودیت کو اسلام نے منسوخ کر دیا۔ اور توریت و انجیل نے یہود و نصاریٰ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ اس لیے اسلام کے بعد اگر کوئی کسی دین کے متعلق دعوےٰ کرے کہ یہ سچا دین ہے تو وہ غلط ہے۔

اسلام اس لیے بھی سب دینوں سے افضل ہے کہ اس نے تمام غلط اصولوں کو مٹا کر صحیح اصولوں کی بنیاد رکھی۔ اسلام نے مساوات کا جو سبق پیش کیا وہ کوئی اور دین پیش نہ کر سکا۔ آقا اور ادنےٰ غلام ایک ہی سواری پر سوار ہوتے اور ایک ساتھ مل کر کھانا کھاتے ہیں جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

عورتیں اپنے حقوق سے محروم تھیں عورت کو صرف ایک لونڈی اور باندی سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے آتے ہی اس کو گھر کی ملکہ بنا دیا اور اس کے غصب شدہ حقوق اس کو واپس دلائے اور اسے انسانیت کا بلند ترین درجہ دیا۔ دنیا کے اندر جتنے غلط نظام چل رہے تھے جن سے عوام کی زندگی جہنم کی زندگی بن چکی تھی۔ ان کو ختم کرکے صحیح اصولوں کی بنیاد ڈالی اور امن و امان کا اعلان عام کیا۔ دنیا والے ایک جہالت کے سمندر میں غرق ہو رہے تھے۔ اسلام نے آتے ہی انہیں نورانی وادیوں میں لا کھڑا کیا اور انہیں متمدن اور مہذب شہری بنایا۔

پیارے بچو! اسلام کی بہت بڑی فضیلتیں ہیں جو اس چھوٹے سے مضمون میں نہیں سما سکتیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اسلام کی برکات سے متمتع ہوں آمین یا اللہ العالمین

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۴۳۶-۲۴۸۱ مورخہ ۔ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲-۹-۵۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ سیمو نمبر GM۲/۲۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

مرکزی تنظیم اہل السنت پاکستان کے زیر اہتمام

جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور میں

خلافت راشدہ کانفرنس

زیرِ صدارت: جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۷۲ء بروز جمعہ منعقد ہو رہی ہے ۔

جس میں ملک کے مشاہیر علماء خصوصاً "انظر اما الا" [illegible]